تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

دُنیا کے ہر انسان کو فخر کرنا چاہیئے

کہ ہماری نوع انسان میں ایک ایسا انسان پیدا ہوا جس سے انسانیت کا سر اونچا اور نام روشن ہوا، اگر آپ نہ آتے تو دُنیا کا نقشہ کیا ہوتا اور ہم انسانیت کی شرافت و عظمت کے لئے کس کو پیش کرتے؟ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر انسان کے ہیں، محمد رسول اللہ سے اس دنیا کی رونق اور نوع انسانی کی عظمت ہے، وہ کسی قوم کی ملک نہیں، ان پر کسی ملک کا اجارہ نہیں، وہ پوری انسانیت کا سرمایۂ فخر ہیں، کیوں آج کسی ملک کا انسان فخر و مسرت کے ساتھ یہ نہیں کہتا کہ میرا اس نوع سے تعلق ہے جس میں محمد رسول اللہ جیسا انسان کامل پیدا ہوا۔

آج انسانوں کا کون سا طبقہ ہے جس پر آپ کا براہ راست یا بالواسطہ احسان نہیں؟

کیا مردوں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کو مردانگی اور آدمیت کی تعلیم دی۔

کیا عورتوں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کے حقوق بتلائے اور ان کے لئے ہدایتیں اور وصیتیں فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ "جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے"۔

کیا کمزوروں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے ان کی حمایت کی اور فرمایا کہ "مظلوم کی بددعا سے ڈرو کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں خدا کہتا ہے کہ میں شکستہ دلوں کے پاس ہوں"۔

کیا طاقتوروں اور حکمرانوں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے اُن کے حقوق و فرائض بھی بتلائے، اور حدود بھی بتلائے اور انصاف کرنے والوں اور خدا سے ڈرنے والوں کو بشارت سُنائی کہ بادشاہ منصف رحمت کے سایہ میں ہوگا۔

کیا تاجروں پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے تجارت کی فضیلت اور اس پیشہ کی شرافت بتلائی اور خود تجارت کر کے اس گروہ کی عزت بڑھائی، کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ امین اور راست گفتار اور دیانت دار تاجر جنت میں قریب ہوں گے۔

کیا آپ کا مزدوروں پر احسان نہیں کہ آپ نے تاکید فرمائی کہ مزدور کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو۔

کیا جانوروں تک پر آپ کا احسان نہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہر وہ مخلوق جو جگر رکھتی ہے اور جس میں احساس و زندگی ہے اس کو آرام پہنچانا اور کھلانا پلانا بھی صدقہ ہے۔ "فی کل ذات کبد حرّی صدقۃ"۔

کیا ساری انسانی برادری پر آپ کا احسان نہیں کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر آپ شہادت دیتے تھے کہ خدایا تیرے سب بندے بھائی بھائی ہیں۔ "ان شہید ان العباد کلھم اخوۃ"

کیا ساری دنیا پر آپ کا احسان نہیں کہ سب سے پہلے دنیا نے آپ ہی کی زبان سے سُنا کہ خدا کسی ملک، قوم، نسل و برادری کا نہیں سارے جہانوں اور دُنیا کے سب انسانوں کا ہے جس دنیا میں آریوں کا خدا، یہودیوں کا خدا، مجوسیوں کا خدا، مصریوں کا خدا، ایرانیوں کا خدا کہا جاتا تھا وہاں "الحمد للہ رب العلمین" کی حقیقت کا اعلان ہوا اور اس کو نماز کا جز بنا دیا گیا۔

ہماری آپ کی دُنیا میں حکماء و فلاسفہ بھی آئے، ادباء و شعراء بھی، فاتح و کشور کشا بھی، سیاسی قائد اور قومی رہنما بھی، موجدین و مکتشفین (سائنٹسٹ) بھی مگر کسی کے آنے سے دنیا میں وہ بہار جو پیغمبروں کے آنے سے، پھر سب سے آخر سب سے بڑے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے آئی، کون اپنے ساتھ وہ شادابی، وہ برکتیں، وہ رحمتیں نوع انسانی کے لئے وہ دولتیں اور انسانیت کے لئے وہ نعمتیں لے کر آیا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، تیرہ سو برس کی انسانی تاریخ پورے وثوق کے ساتھ آپ کو خطاب کر کے کہتی ہے

سرسبز سبزہ ہو جو ترا پائمال ہو
ٹھیرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

(مولانا سید ابو الحسن علی ندوی)

Regd. No. L W/NP 56 FORTNIGHTLY Phone : 22948

TAMEER-E-HAYAT

Darululoom Nadwatululama, Lucknow (India)

سُنایہ جاتا ہے

مولانا عبد الباری ندوی مرحوم

کہ دین دنیا کی راہ مارتا اور فتنہ و فساد برپا کرتا ہے۔ لیکن دیکھا یہ جا رہا ہے کہ دین بیزاری کا جنون جتنا بڑھتا جاتا ہے فتنہ و فساد اتنا ہی زور پکڑتا جاتا ہے، انفرادی و اجتماعی، سیاسی و معاشی اقوامی و بین الاقوامی ہر طرح کی راحت و عافیت سلامتی و آسودگی کھوئی جاتی، بلکہ کھو چکی۔ ایسے مجنوں کا حال ہو رہا ہے جو جوش جنوں میں خود اپنے جیب و گریباں کو تار تار اور اپنے ہی بدن کو نوچ نوچ کر لہولہان کر رہا ہو۔ جنگ عظیم کے بعد جنگ جہاں گیر کی مصیبتیں دنیا ابھی بھگت ہی رہی ہے کہ جنگ جہاں سوز اور ایٹم کے بعد ہائیڈروجن بم کا عذاب سر پر منڈلا رہا ہے۔ کل ہی (۲۶ فروری) پایونیر میں ایک مضمون جہنم بم کے نام سے دیکھا کہ ہائیڈروجن بم ایٹم بم سے ہزار گنا طاقتور اور صدق میں ایک ماہر سائنس کا بیان چھپا کہ اس سے لاکھوں گنا بڑھا ہوا ہوگا۔ ایٹم بم اگر ۔ایک مربع پر تباہی نازل کرتا تھا۔ تو ہائیڈروجن بم تین چار سو مربع میل کو جہنم میں جھونک دے گا۔ مشہور ترین ماہر سائنس آئن سٹائن کا تو دعویٰ ہے کہ ساری فضا میں اس کا زہر پھیل کر کسی متنفس کو زندہ نہ چھوڑے گا۔

(صدق، ۱۰ مارچ سنہ ۵۰ء)

آخرت کی جہنم سے پہلے دنیا ہی کو جہنم بنانے والا۔ لادینی جنون یورپ میں کلیسا کے مسخ (آرتھوڈکس) وہ بھی مسخ و رسخ دین کے تجربہ سے شروع ہوا۔ پھر یورپ ہی کے سیاسی و سائنسی غلبہ کے ساتھ دنیا بھر میں پھیل کر بالآخر دنیا و آخرت دونوں کے خسران و ہلاکت کا سامان ہے جس کے جواب دہ دنیا و آخرت دونوں جگہ مسلمان ہیں جن کے پاس دنیا کی نوید ابدیت اور انسانی فطرت کے قالب میں ڈھلا ہوا آخری (فیشٹ) کامل و تمیم دین موجود تھا، جو زندگی کی ہر راہ میں ہر طرح کے عروج و کجی سے پاک متوازن و مستقیم ضابطۂ حیات تھا اور بالکل اپنی مکمل و شستہ شکل میں محفوظ مگر ہم بجائے اس کے کہ انفرادی و اجتماعی ظاہری باطنی اعتبار سے کسی معتدبہ درجہ تک اس دین کو دنیا کے کسی حصہ میں بھی عملاً پیش کرتے رہتے، خود ہی لادینی کے سیلاب میں علانیہ بہ چلے اور اپنے ہاتھ کی مشعل پھینک کر اندھوں کے پیچھے ہو لئے۔ بس کبھی کبھی سے تحریری و تقریری یا علمی وکلامی رنگ میں دین کی حمایت یا مدافعت و معذرت (اپالوجی) کی سی آوازیں سنائی پڑ جاتی ہیں — نقار خانہ میں طوطی کی آواز۔ خالی رجز خوانوں نے دنیا ہی کا کب اور کون سا میدان سر کیا ہے چہ جائیکہ دین کا تو دعوت مزاج ہی اصلاً عمل ہی عمل ہے۔ وہ کان کے راستہ سے کم اور آنکھ کے راستے سے زیادہ راہ پاتا ہے۔

یہی راز ہے کہ آج کل کی لادینی و فرنگی جماعات سازی کی وبا و شور و غوغا کے بجائے دینی و انبیائی راہ کا پہلا قدم ہمیشہ خاموش افراد سازی کا رہا۔ مجموعہ کی کارکردگی و درستی ہمیشہ اجزا کی درستی پر موقوف ہوتی ہے۔ موجودہ معاشی و معاشرتی سیاسی و قومی مصائب و مشکلات کا بڑا سرچشمہ افراد سازی کے بغیر جماعات سازی اور انسان سازی سے زیادہ قانون سازی کی الٹی گنگا ہے۔

اسلامی احکام و تعلیمات کا بہت بڑا حصہ بالکلیہ افراد کی نفسی انفرادی و اختیاری ہمت و قوت کا طالب ہے۔ اس حد کی انفرادی تکمیل ہی سے جو جماعت از خود وجود میں آجائے، وہی "کان حقا علینا نصر المؤمنین" کی نصرت حق کی حقدار اور ایمان و عمل صالح پر موعود "استخلاف فی الارض" کی صالح ہوگی۔ ورنہ غیروں کی نقالی میں عرب و عجم ہر جگہ نام کے اسلامی ملکوں میں ابھی ہر آئے دن کیسے کیسے عبرت و ذلت کے تازیانے غیروں ہی کے ہاتھ سے لگتے رہتے ہیں۔

غرض آخرت تو آخرت مسلمانوں کے دنیوی احیاء و نشأت کا مدار بھی تمام تر دو اصل حقیقتوں پر ہے۔ ایک جماعت سازی و قانون سازی سے اہم اقدم افراد سازی و مسلمان سازی دوسرے مسلمان سازی بھی کامل مسلمان سازی یعنی ایمان و عمل صالح کے تمام ابواب دین میں معتدبہ حد تک پورا پورا مسلمان بننا بنانا۔ ایمان کے بعد نماز روزہ اور حج کے سوا زکوٰۃ کی خالص عبادت بھی حقوق عباد کے مصالح سے خالی نہیں۔ غور کیا جائے تو نماز (خصوصاً جماعت و مسجد کے تاکیدی احکام) اور روزہ و حج کے بہت سے احکام میں بھی کتنے حقوق عباد ملحوظ و مرعی ہیں۔ باقی دیگر دیانات (نکاح و طلاق وغیرہ) اور معاملات و معاشرت کے بے شمار احکام و تعلیمات کا تو سارا دفتر کہنا چاہیئے کہ بندگان خدا ہی کے حقوق و فرائض کا دفتر ہے بلکہ ایمان ہی کی عملی شرح جیسا کہ نص حدیث سے ظاہر ہے کہ "ایمان کے کچھ اوپر ستر شعبے ہیں، جن میں ادنیٰ درجہ راستہ سے کانٹے وغیرہ کسی اذیت کی چیز کا دور کر دینا ہے"۔

لیکن کیسی ستم ظریفی ہے کہ ہم جب مسلمان ہی نہیں ولی و بزرگ بھی بننا بنانا چاہتے ہیں تو ساری سعی و فکر گھوم گھما کر بالعموم نوافل و مستحبات اور وظائف کے کچھ معمولات بڑھانے کے اندر ہی رہ جاتی ہے۔ رہے معاملات و معاشرت اخلاق و عادات ان کے فرائض و واجبات تک کی تعلیم و تربیت عمل و اہتمام کی طرف توجہ شاذ ہی ملے گی۔ مدرسہ سے لے کر خانقاہ تک جہاں چلے جایئے یہی دردناک نظارہ سامنے ہوگا۔

حضرت جامع المجددین (مولانا تھانوی) کی تجدید دین میں اسی جامعیت کو پا کر وہ دین کامل کے تمام ابواب و اجزاء کے مدنظر کامل مسلمان سازی و افراد سازی کا کامل نظام ہے، یقین کرنا پڑتا ہے کہ اس سراپا شر و فتن دور میں حق تعالیٰ نے دراصل دین حق کی حجت پوری طرح پوری فرما دی۔ امت کے ہاتھ میں ایسا قد آدم آئینہ دیدیا ہے جس میں ایک طرف ہر صنف اور ہر طبقہ کا ہر ہر فرد خود اپنا دینی سراپا اور اس کا ایک ایک داغ دھبہ دیکھ اور دور کر سکتا اور دوسری طرف گم کردہ راہ دنیا کے لئے اسلام کے کمال و جمال کی دید کا آئینہ بن جا سکتا ہے۔

کبھی کبھی یہ باتیں دل میں سما کر خیال ہوا کہ یہ ناکارہ کسی اور کار کا تو ہے نہیں، اسی قد آدم آئینہ کو جامع المجددین کے چوکھٹے میں پیش کر "امۃ مخرجۃ" کی خدمت میں پیش کر دے کہ شاید "اخرجت للناس" کے فراموش کردہ فریضہ کی جوابدہی کی از سر نو کوئی چونک پیدا ہو جائے۔ گو بڑے دکھ سے عرض کرنا پڑتا ہے کہ من حیث القوم قرآن مجید کی عجیب تعبیر میں ہمارا کچھ ایسا ہی عجیب حال ہو رہا ہے کہ— "سیدھی راہ دیکھیں بھی تو ادھر کا رخ نہیں کرتے اور ٹیڑھی راہ دیکھ کر اس پر دوڑنے لگتے ہیں"۔ تاہم افراد و آحاد کے سینے الحمدللہ اب بھی حق جوئی و حق پذیری سے خالی نہیں۔ خدا سے قوی امید ہے کہ ان کو اپنی دنیا و دین دونوں کے سنوارنے کا خزانہ اس کتاب میں نقد دم ہاتھ آئے گا اور ان کی دعاء لطف خدا کے حق میں انشاء اللہ آخرت و مغفرت کا بڑا سہارا ہوگی، اس نامہ سیاہ کے لئے یہ دولت ہی کیا کم ہے۔

جو کچھ بن پڑا محض حق تعالیٰ کے فضل و توجہ کی قدم قدم پر دستگیری سے۔ اس دستگیری کی توثیق فرمائی، جیسا سب سے اول منت پذیر و منت گذار حضرت محترم مولانا شاہ سید سلیمان صاحب ندوی مدظلہ العالی (خلیفہ حضرت جامع المجددین) کا ہوں کہ پورا مسودہ ملاحظہ فرما کر نہ صرف اپنی تصویب و تحسین سے اطمینان بخشا، بلکہ مستقل و مبسوط مقدمہ سے حضرت علیہ الرحمۃ کی تجدیدی و اصلاحی جامعیت کی جو اہمیت اس بے علم مؤلف نے پائی اور پیش کی تھی اس پر اپنے علم و تحقیق کی مہر ثبت فرما دی۔

محب قدیم و محترم مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی زید مجدہ کی حضرت حکیم الامت کے تحریری کارناموں پر جیسی وسیع عمیق و دقیق نظر ہے اور جتنا علمی استفادہ انہوں نے فرمایا ہے کم کسی کے حصہ میں آیا ہوگا، انہوں نے بھی خاکسار کی درخواست پر کتاب کے متعدد حصوں پر نظر فرما کر "خوب اور بہت" کے صداقت نامہ سے ممنون و مطمئن فرمایا۔ وہ نرے مصنف ہی نہیں، ماشاء اللہ فن تصنیف کے خصوصاً جدید فنی آداب کے بھی نکتہ شناس ہیں۔

(دیباچہ جامع المجددین)

رانا ٹرانسپورٹ کمپنی
۲۱۔ زکریا اسٹریٹ کلکتہ ۱
اترپردیش، مدھیہ پردیش، دہلی، بمبئی
برانچ: بنارس، الہ آباد، لکھنؤ، کانپور، متھرا، جبلپور، آل انڈیا فل ٹرک
فون نمبر: 347440 / 344048
پروپرائٹر: سید انور علی رائٹ بریلوی

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے ٭ غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

ماہ ربیع الاول اور مسلمان

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر مسلمان کا جزو ایمان ہے اور جو اس کا منکر ہے اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی محروم اور بدنصیب نہیں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت ہر مسلمان کی زندگی کا گراں قدر سرمایہ ہے، عشق خدا اور محبت رسول کی بے بہا نعمت و دولت سے صحابہ کرامؓ، اولیائے عظامؒ اور بزرگان دین مالا مال تھے، اور ان کی زندگی لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک، اس کے والد، اور اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں) کا عملی نمونہ تھی، والدین، اولاد اور دنیا کی تمام چیزوں کی محبت پر ہمارے اسلاف نے محبت رسول کو غالب کر دیا تھا، عشق رسولؐ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر اور ایصال ثواب، مومن کا وہ امتیاز ہے جس میں ذرہ برابر کمی اس کے ایمان اور عقیدے کو مجروح کر سکتی ہے۔ مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے اپنے ان اشعار میں کچھ بھی مبالغہ سے کام نہیں لیا ہے

نماز اچھی، زکوٰۃ اچھی، حج اچھا، روزہ بھی اچھا ٭ مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی عزت پر ٭ خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

لیکن مسلمان بھائیو! اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچو!

کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار محبت کا یہ طریقہ درست ہے کہ آرائشی پھاٹک لگائے جائیں، چراغاں کیا جائے، بے جا روشنی اور سجاوٹ میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا جائے اور پٹاخے چھوڑے جائیں۔

کیا اس کا جواز ہے کہ اس ذات اقدس کے نام پر جس کے گھر میں تین تین دن چولہا نہیں جلتا تھا لاکھوں روپے اس غریب قوم کے صرف کئے جائیں جس کی سیکڑوں بیوہ عورتیں، ہزاروں یتیم بچے اور مفلس افراد کو اس گرانی کے دور میں پیٹ بھر کر کھانا اور تن بھر کپڑا نصیب نہیں۔

جس قوم کے ہزاروں طلبا تعلیمی سہولتوں سے محروم ہیں۔

جس قوم کے ہزاروں مریض دوا اور علاج سے محروم ہیں۔

جس قوم کے علمی، تعلیمی اور دینی ادارے سرمائے کی کمی کی وجہ سے موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا ہوں۔

اظہار عقیدت ومحبت کا یہ طریقہ صحیح ہے یا یہ کہ رحمۃ للعالمین محسن انسانیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وکردار کی پیروی کی جائے اور برادران وطن کے سامنے آپ کا صحیح تعارف کرایا جائے۔

اگر صرف ایک بڑے شہر میں عید میلاد کی روشنی اور سجاوٹ پر ہونے والے خرچ کو کسی کار خیر میں لگایا جائے تو اس روپے سے سیرت پر علاقائی زبانوں میں ترجمہ اور تعارف کا ایک بڑا دار الاشاعت، یا ایک رفاہی اسپتال، یا بچوں اور بچیوں کا ایک اسکول، یا مسلم طلبا کا ایک ہوسٹل، یا نادار اور بے روزگار لوگوں کے لئے بیت المال اور بلاسود بینک یا ایک مفید لائبریری اور دار المطالعہ قائم ہو سکتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: اللہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ، (اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اس وقت تک اعانت کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے)۔

ہندوستان میں مسلمان صدیوں سے برادران وطن کے ساتھ رہتے ہیں لیکن افسوس کہ یہاں کی زبانوں میں سیرت نبویؐ کو ابھی تک منتقل نہیں کیا گیا، اور اس سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج ہمارے وہ بچے بھی جو اسکولوں میں پڑھتے ہیں سیرت النبیؐ سے زیادہ دوسری شخصیتوں سے واقف ہیں۔

ضرورت اس کی ہے کہ آسان اردو اور ہندی نیز علاقائی زبانوں مرہٹی، پنجابی، بنگالی، کنڑی، ملیالم وغیرہ میں سیرت کو منتقل کیا جائے اور اس کو پورے ملک میں بلا تفریق مذہب وملت پھیلایا جائے۔ دوسری طرف خدمت خلق کے ایسے کام کئے جائیں جن سے دیکھنے والوں کو اندازہ ہو کہ مسلمان صحیح معنی میں اس نبی کا نام لیوا اور متبع ہے جو ساری دنیا کے لئے ابر رحمت تھا۔

اس لئے آج عہد کرو کہ اس سال "عید میلاد" ان تعمیری اور رفاہی کاموں سے منائیں گے جن سے رحمۃ للعالمین محسن انسانیتؐ کے اصل مقام اور پیام سے دنیا روشناس اور فیضیاب ہو۔

عید میلاد کی منتظم کمیٹیاں، چندہ دینے والے حضرات اور تمام دردمند افراد اور ادارے مل کر مشورہ سے طے کر لیں کہ اس سال اس کثیر رقم کو جو وہ بیجا روشنیوں اور آرائشوں میں لگا رہے تھے، سیرت کے دار الاشاعت اور شعبۂ خدمت خلق پر صرف کریں گے اور اپنے اپنے محلّے کے غریب بھائیوں کی خبر گیری کریں گے خواہ وہ کسی بھی مذہب اور مسلک کے پیرو ہوں ــــ یہ وہ صدقات جاریہ ہیں جنکا اجر وثواب دنیا اور آخرت میں ہمیں ملے گا ــــ اور میلاد النبی کے ساتھ ہر سال ایک نئے مدرسہ یا ایک نئے اسکول یا ایک نئے اسپتال یا مسلم طلباء کے لئے ایک نئے ہوسٹل یا ایک بلاسودی بینک کے افتتاح سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی سچی محبت کا عملی ثبوت دیں گے اور آپ کے پرچم ہدایت کو اپنے ضعیف اور ناتواں شانوں پر ہمیشہ بلند رکھیں گے۔

ان نمائشوں، کھلے مظاہروں اور فضول خرچیوں سے اسلام کی سر بازار رسوائی ہو رہی ہے ــــ ایک زندہ، باعمل، غیور، متحد، وفادار، جاں نثار اور حقیقت پسند قوم بن جاؤ پھر خدا کی نصرت اور رحمت کا تماشہ دیکھو۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں ٭ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

تعمیر حیات

لکھنؤ

شعبۂ تعمیر وترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۰ مارچ سنہ ۱۹۷۶ء مطابق ۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۹۶ھ

فی شمارہ ۵۰ پیسے ـــ سالانہ بارہ روپے

جلد نمبر ۱۳ ـــ شمارہ نمبر ۹

اسحٰق جلیس ندوی

"تعمیر حیات" کے قدر دانوں کی خدمت میں

ہم نے ادارتی کالم میں اس موضوع کو چھیڑا ہے جو تعمیر کی گذشتہ تیرہ سالہ زندگی میں اداریے کا عنوان کبھی نہیں بنا۔ اداریے میں اس موضوع پر خامہ فرسائی ایک ایسا ناخوشگوار فریضہ ہے جسے دل پر جبر کرکے انجام دینا پڑ رہا ہے۔ ہمیں اس عنوان پر قلم اٹھاتے ہوئے ان تمام عظیم المرتبت صحافیوں کی دشواریوں کا اندازہ ہے جنھوں نے صحافت کو پیشہ Profession نہیں بنایا تھا بلکہ اسے ایک مقدس مشن MISSION کے طور پر اپنایا تھا۔ "الہلال" و "البلاغ" کے مولانا ابو الکلام آزادؒ اور "ہمدرد" و "کامریڈ" کے مولانا محمد علی جوہرؒ اسی با اصول جماعت کے نمائندے تھے۔ مقصدی صحافت کی تاریخ میں خاصی تعداد ان مخلصین کی ہے جنھوں نے اس میدان میں اپنے نوک قلم سے ملک وقوم کی خدمت، تعمیری ذہن کی تشکیل، حق کے فروغ کی کوشش اور دین کی نشر واشاعت کا فریضہ ہر قسم کی آزمائشوں کو برداشت کرکے انجام دیا لیکن ان کا مشن اپنوں کی ناقدری اور عدم تعاون کی وجہ سے ناتمام رہا، ان کی قربانیاں رائیگاں گئیں، نامساعد حالات نے انھیں بے بس کر دیا، وسائل کی کمی اور معاونین کی بے حسی سے وہ مایوسی کا شکار ہوئے، انھیں مجبوراً میدان صحافت سے پسپا ہونا پڑا اور ان جرائد کو بند کرنا پڑا جو صحافت کی آبرو تھے۔

داد وتحسین کے کلمات اور زندہ باد و پائندہ باد کے نعروں سے "ہمدرد" و "کامریڈ"، "الہلال" و "البلاغ" اور "الندوہ" زندہ نہیں رہ سکے، ان کی زندگی کے لئے حلقۂ اشاعت کی وسعت اور مالی وسائل کی ضرورت تھی۔ تحسین ناشناس وسکوت سخن شناس سے دوچار ہو کر، کروڑوں انسانوں کی آبادی میں چند لاکھ بلکہ چند ہزار قارئین سے بھی محروم ہو کر نہ جانے کتنی ہی صلاحیتیں ضائع اور کتنے ہی تعمیری، مقصدی اور معیاری رسائل واخبارات نے دم توڑ دیا۔

بدقسمتی سے مشرق خاص طور پر ملت اسلامیہ اور دیندار طبقہ میں ہنوز صحافت کی اہمیت اور دائرہ اثر کا صحیح شعور نہیں۔ انھیں اس کا اندازہ نہیں کہ اخبار نویس وہ معلم ہے جس کا مدرسہ پورا ملک ہوتا ہے جس کے تلامذہ میں دہقان اور مزدور سے لے کر وزیر اور صدر مملکت تک تمام بڑے اور چھوٹے شامل ہوتے ہیں۔ یہ وہ مبلغ ہے جس کی دعوت گھر گھر، دکان دکان اور دفتر دفتر گونجتی ہے۔ ایک ایسے دور میں جسے صحافت کی "جہانگیری" کا دور کہہ سکتے ہیں، دینی، علمی، ادبی، اصلاحی پرچوں کی طرف سے قوم کی بے اعتنائی کس درجہ افسوسناک اور کتنے بھیانک خطرات کی علامت ہے۔ وہ رسائل واخبارات جنھوں نے بے اصولے پن کی کوکھ سے جنم لیا اور جلب منفعت کو اپنا مقصد بنایا ہے وہ وسائل کی فراوانی کی وجہ سے ایسی ظاہری خوشنمائی اور دلکشی رکھتے ہیں جن کی طرف نئی نسل پروانہ وار لپکتی ہے ــــ اس کے برعکس اصلاحی پرچوں کی کسمپرسی کا یہ عالم ہے کہ وسائل کی قلت، خریداروں کی کمی اور اپنوں کی ناقدری کی وجہ سے وہ ہمیشہ موت وزیست کا شکار رہتے ہیں۔

"تعمیر حیات" کی مدت حیات تیرہ سال ہے، یہ پندرہ روزہ دار العلوم ندوۃ العلماء نے دینی اور دعوتی صحافت کے اس خلا کو پُر کرنے کے لئے جاری کیا جو مخصوص شکل میں موجود تھا۔ تعمیر حیات نے معیاری صحافت، معیاری کتابت وطباعت کا ایک اچھا نمونہ پیش کیا ہے۔ اس نے اصول واخلاق کو ہمیشہ پیش نظر رکھا، اسکی قیمت اصل لاگت سے کم رکھی گئی تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ مستفید ہو سکیں لیکن افسوس ہے کہ اس وسیع ملک میں جہاں کروڑوں کی تعداد میں اردو داں حضرات ہیں اور جہاں لاکھوں کی تعداد میں دیندار اور اصلاح پسند افراد بستے ہیں، اسے ہنوز دس ہزار خریدار تک مہیا نہیں ہو سکے۔ تیرہ سال کی طویل مدت سے یہ مسلسل خسارے سے دوچار ہے۔ اس خسارے کو دار العلوم ندوۃ العلماء پر کرتا ہے جسے خود سیکڑوں طلباء کی تعلیم، رہائش، خورد ونوش اور اساتذہ اور کارکنوں کی تنخواہوں کا بوجھ اس گرانی کے زمانہ میں برداشت کرنا پڑتا ہے۔ "تعمیر حیات" کے قارئین اگر تعمیر حیات کو ۵۰ پیسے میں خرید کر پڑھیں، اپنے حلقۂ احباب اور دائرہ اثر میں اس کی اشاعت کریں، سالانہ خریدار مہیا کریں، تاجر اشتہارات کے ذریعہ اس کی اعانت کریں، مخیر حضرات اگر اس مد میں اپنی اعانتی رقوم ارسال کریں اور یہ عطیے ایک مہم کی شکل میں اس کے لئے دس پندرہ ہزار خریدار مہیا کریں تو یہ دین اور علم کی کتنی بڑی خدمت ہوگی، مالیات کی طرف سے ادارہ تعمیر حیات کو بے فکر کرکے معیاری اسلامی صحافت کے فروغ وترقی کی جد وجہد یقیناً اجر عظیم کی مستحق ہوگی۔ ہر شخص اپنے مقام پر اگر اس خدمت کی اہمیت محسوس کرے تو ہمارا بوجھ بہت ہلکا ہو جائے گا اور ہم بہتر پیمانے پر اور وقت کی پابندی کے ساتھ پرچہ شائع کر سکیں گے۔

"تعمیر حیات" کا سالانہ بدل اشتراک صرف بارہ روپے ہے، گویا ایک روپیہ ماہانہ۔ قوم کا ہر فرد چاہے غریب ہو یا امیر اپنی ہر ضرورت کی گنجائش اپنے بجٹ میں رکھتا ہے۔ غریب اور متوسط شخص بھی چائے اور پان پر یومیہ ایک دو روپیہ خرچ کرنے کا عادی ہے مگر دینی اور علمی اشاعت وخدمت کی خاطر نکلنے والوں پرچوں کے لئے ان کے بجٹ میں ایک روپیہ ماہانہ کی بھی گنجائش نہ ہو یہ کس انتہا کی بے حسی ہے۔

یہ تو رہا افراد کا معاملہ اس ملک میں بے شمار اسکول، کالج، دینی مدارس، کتب خانے اور لائبریریاں ہیں مگر ان میں سے بڑی تعداد اپنے طلباء اور قارئین کی دینی وادبی معلومات میں اضافہ اور صحیح فہم وشعور پیدا کرنے کے لئے اس قسم کے رسائل واخبارات کو قیمتاً جاری کرنا غیر ضروری سمجھتی ہے ــــ یہ بڑی مایوس کن صورت حال ہے۔

ہم قارئین تعمیر حیات سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس جمود وبے حسی کو ختم کرنے میں ہر ممکن کوشش وجد وجہد کریں۔ اپنی اور اپنی آئندہ نسلوں کی دینی اور ایمانی زندگی کیلئے جو ضروری اقدامات ہیں وہ اسی وقت کریں۔ دینی پرچوں کی اشاعت، ان کے پڑھنے اور پڑھانے کا ذوق، ان کی بقا اور ترقی کے لئے اسباب ومالی اعانت کی فراہمی کی کوشش دین کی ایک اہم خدمت شمار ہوگی ــــ یہ دور علم ومطالعہ کا دور ہے، اگر ہم اپنی نئی نسل کو صحیح ذہنی غذا مہیا نہیں کریں گے تو وہ اپنے اس جذبۂ مطالعہ کی تسکین کے لئے غلط لٹریچر کی طرف رجوع ہوگی اور اس کا یہ غلط طرز مطالعہ دین سے، اسوۂ نبویؐ سے، اپنے اسلاف کے کارناموں سے اور دینی سواد اعظم سے اس کا رشتہ کاٹ دے گا۔

خدا کرے کہ ہماری یہ اپیل صدا بصحرا ثابت نہ ہو اور ملک کے گوشے گوشے سے تعمیر حیات کے قدر دان وہمدرد اس کو خسارے سے بچانے، اس کی اشاعت میں توسیع اور اس کے خریداروں کا حلقہ بڑھانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جائیں گے۔

"تعمیر حیات" کے قارئین سے!

۱- تعمیر حیات کا کم از کم ایک خریدار مہیا کرکے مبلغ بارہ روپے بذریعہ منی آرڈر روانہ کیجئے۔

۲- جن خریداروں کا چندہ ختم ہو گیا ہے وہ جلد اپنی رقوم بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔

۳- جن ایجنسیوں کی طرف بقایا ہے وہ جلد از جلد اس کی ادائیگی کریں۔

۴- جن حضرات کو ہم اب تک اعزازی پرچہ بھیجا جاتا رہا براہ کرم وہ اپنے تعلق کو بحیثیت خریدار برقرار رکھیں۔ سالانہ بدل اشتراک صرف بارہ روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر وی۔ پی کے مصارف سے خود کو اور دفتر کو زیر بار ہونے سے بچائیں۔ اعزازی قارئین سے بھی بارہ روپے سالانہ اعانت مطلوب ہے۔ گذشتہ شمارے میں غلطی سے ۵۰.۰ روپے سالانہ شائع ہو گیا تھا اس کی تصحیح فرمالیں۔

۵- مخیر حضرات ۲۵۰-۲۰۰-۱۰۰ یا ۵۰ روپے یکمشت بھیجکر ہمدرد معاونین خصوصی اور معاون کی فہرست میں شامل ہوں۔

۶- ہر مقام پر تعمیر حیات کی ایجنسی قائم کرنے کی کوشش فرمائیں، بحیثیت ایجنٹوں کو کمیشن دیا جائے گا۔

۷- تاجر حضرات اشتہارات کے ذریعہ اپنی تجارت کو فروغ اور تعمیر حیات کو مالی استحکام بخشیں۔ اشتہارات کی وصولیابی کے لئے کوشش کرنے والوں کو حق الخدمت بھی پیش کیا جائے گا۔

۸- وی۔ پی کے مصارف بہت بڑھ گئے ہیں حتی الامکان وی۔ پی کی نوبت نہ آنے دیجئے اور اپنی رقوم بذریعہ منی آرڈر بھیجئے۔

۹- مخیر حضرات اپنے شہر کی لائبریریوں، اسکولوں، کالجوں اور مدرسوں کے نام تعمیر حیات جاری کریں۔

۱۰- جن اخبارات ورسائل کو تبادلے میں تعمیر حیات جاتا ہے وہ اپنے پرچے پابندی سے تبادلے میں بھیجیں ورنہ تعمیر حیات جاری رکھنے سے معذوری ہوگی۔

۱۱- "تعمیر حیات" کے معیار، ترتیب اور طباعت وکتابت کے سلسلے میں اپنے گرانقدر مشوروں سے مستفید کیجئے۔

(منیجر)

خدائے بزرگ و برتر نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سیرتِ انسانی کی بھی تکمیل فرمادی

(مولانا عبد القدوس ہاشمی ندوی)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور آپ کے احوال زندگی کا بار بار اور غور و فکر کے ساتھ عمیق مطالعہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہے بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی ایک فریضۂ انسانی کا درجہ رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے تو یہ مطالعہ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ ہمیں خالقِ کائنات خدائے بزرگ و برتر نے اپنی کتاب قرآن مجید میں یہی حکم دیا ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ آنحضورؐ کے نقش قدم پر چلیں، ان کی اتباع کریں اور ان کے اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگی کے لئے نمونۂ عمل قرار دے کر اپنے آپ کو اسی رنگ میں رنگنے کی سعی کریں اور اسی میں ساری زندگی بسر کردیں۔ ظاہر ہے کہ اس حکم کی تعمیل ہم اسی صورت میں کر سکتے ہیں جب کہ ہم آپ کی سیرت طیبہ سے واقفیت حاصل کریں۔ بار بار پڑھیں، سنیں، دوسروں کو سنائیں، خود یاد رکھیں اور دوسروں کو یاد دلاتے رہیں۔ ایسا کبھی نہ ہونے پائے کہ ہم پر غفلت طاری ہو۔ رسول اللہ سے محبت، اللہ سے محبت ہے اور رسول اللہ سے غفلت، اللہ سے غفلت ہے اور جو اللہ کی یاد سے غافل ہوگیا اسے نہ اس دنیا میں چین ملا نہ اس دنیا میں چین۔ اور ایک غیر مسلم کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ اس لئے ایک فریضۂ انسانی کا درجہ رکھتا ہے کہ نوع انسانی میں سے مردِ کامل کا صرف یہی ایک نمونہ ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے، اتباع کرے یا انکار، لیکن یہ جان لینا تو ہر آدمی پر فرض ہے کہ ہر پہلو سے کامیاب و کامران اور ہر اعتبار سے مکمل انسان کیسا ہوتا ہے؟ کون بدنصیب ہوگا جو یہ نہ چاہے کہ اسے ایک بامقصد اور کامیاب زندگی میسر ہو۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کامیاب زندگی کیسی ہوتی ہے اور کیا اس کا کوئی مکمل نمونہ ہمیں نظر آتا ہے کہ ہم اس سے کچھ سیکھیں اور کچھ حاصل کریں۔

زمین پر نہ معلوم کب سے نوع انسانی آباد ہے اور آج بھی لاکھوں اور کروڑوں نہیں بلکہ اربوں آدمی اس دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ سب کا قصہ ایک ہی سا تو ہے کہ پیدا ہوا، بڑوں نے دیکھ بھال کی، پرورش و پرداخت ہوئی، ایک محدود مدت تک زمین پر زندہ رہا اور بالآخر مر کر پیوند زمین ہوگیا۔ نہ پیدا ہونے میں اختیار و ارادہ کو دخل تھا اور نہ موت میں ے

حیاتِ جاوداں میری نہ مرگ ناگہاں میری

سب کہاں؟ جن چند لوگوں کا حال آپ کو معلوم ہے ان ہی کی زندگیوں پر غور کیجئے۔ پیدائش اور موت پر تو یقیناً کسی کو بھی اختیار حاصل نہ تھا لیکن سن بلوغ سے موت تک جو کچھ وہ اپنے ارادہ و اختیار سے کرتے رہے ان اعمال و افکار میں انہوں نے اپنے ارادہ و اختیار کو کس طرح استعمال کیا۔ وہ اپنے مقاصد زندگی میں کس حد تک کامیاب ہوئے۔ ہاں اور یہ بھی دیکھئے کہ انہوں نے اپنے ایک رُخ کی تکمیل کے لئے زندگی کے دوسرے رُخوں کو نظر انداز تو نہیں کر دیا۔ مثلاً ایک شخص روحانی سکون حاصل کرنے کے لئے بیوی بچوں کو چھوڑ کر پہاڑ پر جا بیٹھا تو اس کی زندگی اور پہاڑ کی چٹان میں کیا فرق رہا۔ آدمی نہ ہوا، پہاڑ کی ایک چٹان ہوئی۔ دوسرا بیوی بچوں اور عیش و عشرت میں اس طرح الجھ کر ساری کائنات سے غافل ہوگیا، تو اس کی زندگی اور کتے بلیوں کے مابین امتیاز کیا رہا؟ وہ زندہ رہا کتے رہے بلیاں رہیں۔ آدمی کہلانے کو ہوا مگر ایک جانور ہو کے رہ گیا۔

انسانی زندگی تو مختلف اور متنوع فرائض و واجبات کا مجموعہ ہے اور ان ہی کی اچھی طرح تکمیل سے زندگی کا کمال وابستہ ہے۔ ایک آدمی پر کچھ فرائض اپنی ذات کی طرف سے عائد ہوتے ہیں، کچھ کنبے اور گھرانے کی طرف سے، کچھ ہمسایوں اور اہل وطن کی طرف سے، کچھ قوم و ملت کی طرف سے اور کچھ بنی نوع انسان کی طرف سے۔ ان ہی متنوع فرائض و واجبات کی اس طرح متناسب و متوازن ادائیگی کہ ایک کی وجہ سے دوسرا رُخ متاثر نہ ہو اور ایک میں انہماک سے دوسرے کی طرف سے تغافل نہ پیدا ہو جائے کامیاب و کامران زندگی کہلاتی ہے۔ اپنی ذات سے وابستگی اور اپنی راحت و عافیت کا اہتمام یقیناً ہر انسان کی اولین تمنا ہے۔ اس حد تک کہ پہاڑوں میں تارک الدنیا کی زندگی گذارنے والے سادھو بھی بھوک پیاس کے لئے کچھ نہ کچھ جتن کیا ہی کرتے ہیں، اور گرمی سردی سے بچنے کے لئے کوئی نہ کوئی غار تلاش ہی کر لیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی ہی ذات کو مقصود و معبود بنالے اور زندگی کے دوسرے واجبات سے غافل ہو جائے تو اس کی زندگی کو نمونہ کی کامیاب زندگی نہیں کہا جا سکتا، اور نہ ایسی کسی زندگی سے ہمارے لئے کوئی ہدایت حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ

ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

اب اس تصویر کا دوسرا رُخ لیجئے۔ ایک شخص وطن دوستی بلکہ ناپاک وطن پرستی کے نشہ میں سرشار ہو کر اپنے اوپر خود فراموشی کی کیفیت طاری کر لیتا ہے، نہ اپنی ذات کی فکر کرتا ہے، نہ پلٹ کر بیوی بچوں کی طرف دیکھتا ہے حتیٰ کہ ان عمومی فرائض و واجبات کی طرف سے بھی غافل ہو جاتا ہے جو محض ایک انسان ہونے کی وجہ سے اس پر عائد ہوتے ہیں، ایسے شخص کو کوئی ذی ہوش آدمی کامیاب و کامران بھلا آدمی نہیں کہہ سکتا۔ یہ تو ممکن ہے کہ کسی تنگ نظر وطنی حکومت کا اسے سربراہ بنا دیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی شہر کے باغ عام میں آنے والی نسلوں کے دماغوں کو زہرناک بنانے کے لئے اس کا مجسمہ نصب کر دیا جائے مگر بلند نظر آدمی اسے اچھا نمونہ نہیں دے سکتا۔

پھر یہ بھی دیکھئے، ایک آدمی کو اپنی اس مختصر سی زندگی میں کیسے کیسے متنوع حالات سے گذرنا پڑتا ہے، کبھی دولت کی فراوانی، کبھی عسرت کی پریشانی، کبھی دوست سے واسطہ پڑتا ہے کبھی دشمن سے مقابلہ، کبھی صحت و قوت، کبھی بیماری و ناتوانی۔ آدمی کو کیا کیا نہیں کرنا پڑتا ہے، کبھی قوم کا سردار کبھی سردار کا فرمانبردار، کبھی حکومت و جماعت کا منتظم کبھی نادانوں کا معلم، یہ انسان ہی تو ہے جو کبھی فوج کا کماندار اور کبھی جج بن کر داد عدل گستری دیتا ہوا نظر آتا ہے۔

کیا یہ حقیقت و واقعہ نہیں ہے کہ ہم اپنے بڑوں سے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ تو کیا یہ ضروری نہیں کہ ہمارے سامنے ایک ایسا عملی نمونہ ہو، جس کی سیرت میں انسانی زندگی کے ان متنوع و مختلف حالات کا کامیاب نمونہ ہمیں مل جائے۔ تلاش کیجئے، دنیا کی تاریخ میں کوئی شخص بھی ایسا دکھائی دیتا ہے جو ہمارے لئے ان تمام حالات میں نمونہ کا کام دے سکے۔ بہت سے فاتحین اور کشورکشاؤں کا حال ملتا ہے، بہت سے فلسفیوں کے افکار ملتے ہیں، بہت سے تارک الدنیا بزرگوں کے تذکرے ہم سنتے ہیں، بہت سے بادشاہوں، وزیروں اور عالموں فاضلوں کے قصے موجود ہیں، ان کی بڑائی تسلیم، ان کی سربلندیاں سر آنکھوں پر مگر غور سے دیکھئے تو یہ سب کچھ سیرت انسانی کے کسی ایک رُخ کی کہانی سے زیادہ کچھ نہیں، اس سے انکار نہیں اور ہمارا تو ایمان ہے کہ انسانوں کے پیدا کرنے والے خالق نے ہر زمانہ میں اور ہر قوم میں عملی زندگی کی رہنمائی کے فرائض انجام دینے کے لئے بہترین رہنما بھیجے تھے لیکن ان کے حالات ہم تک کہاں اور کتنے پہونچ سکے۔ ہیں حد تو یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کی تاریخی شخصیت بھی قابل اعتماد تاریخوں سے ثابت نہیں ہوتی، اور جو کچھ مستند یا غیر مستند حالات ہمیں ملتے ہیں وہ محض چیدہ چیدہ واقعات ہیں، جن سے ان بزرگوں کی سیرت و کردار کا مکمل تو کیا نامکمل خاکہ بھی تیار نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں سوالات پیدا ہوتے ہیں اور محض سوالات ہی رہ جاتے ہیں، ان کے حل کرنے کے لئے ہمیں ان قصہ کہانیوں میں کوئی کرن نہیں دکھائی دیتی۔

اس کے برخلاف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے والا کسی جگہ تاریکی کا نشان نہیں پاتا ہر چیز واضح اور چمکتے ہوئے آفتاب کی طرح واضح ہے، آپ کا شخصی کردار، رحمت، رأفت، شفقت، خشیت، عبادت، شجاعت، عدالت، صداقت، سخاوت، فراست، متانت، ایثار، احساس ذمہ داری، عاجزی اور تواضع، صبر، توکل، اتباع، دانشمندی وغیرہ وغیرہ۔ سب کی کیفیت اور ان کے عملی نمونے مل جاتے ہیں اور بہت سے مل جاتے ہیں۔ اسی طرح آپ کی گھریلو زندگی میں اچھے شوہر، اچھے باپ، اچھے دادا نانا وغیرہ کے بہترین نمونے ہمیں ملتے ہیں۔ جماعتی زندگی میں اچھے دوست، اچھے ساتھی، شفیق سردار اور مساکین کے سرپرست و مددگار کا بہترین نمونہ ہمیں آپ کی ذات میں ملتا ہے۔ اسی طرح ملی و قومی زندگی میں عدل، انصاف، فوجوں کی کمانداری، انتظامات حکومت، رعایا پروری، سیاسی سمجھ بوجھ، دوستوں کی دلداری، دشمنوں کے ساتھ نیک سلوک وغیرہ ایسا مکمل اور اتنا بہترین نقشہ ہمیں سیرت طیبہ میں

دکھائی دیتا ہے کہ ویسا اور کہیں نہیں دکھائی دیتا اور کمال یہ ہے کہ انفرادی و اجتماعی زندگی کے یہ سارے نمونے صرف ایک ہی مقدس و مکمل انسان میں مل جاتے ہیں اور مطالعہ کرنے والا بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ ے

کاسۂ غیر کو اور منہ سے لگاؤں، توبہ
شان پہچانتا ہوں یار کے پیمانے کی

اس کی ضرورت ہی نہیں پڑتی کہ زندگی کے کسی مرحلہ پر اور کسی حالت میں کہیں اور سے کوئی سبق حاصل کیا جائے۔ خوشی، غم، تونگری، افلاس، سرداری، حکومت، اقتدار، ناتوانی، صلح، جنگ، امن، بدامنی، اخلاص، دشمنی وغیرہ، آخر آپ کو اپنی زندگی میں ان ہی باتوں سے تو واسطہ پڑے گا۔ آپ کو ان حالتوں میں کیا یقین رکھنا چاہئے، اور کیا عمل کرنا چاہئے کہ آپ کامیاب رہیں اور آپ کا خالق بھی آپ سے خوش رہے۔ اس کا جواب آپ کو صرف سیرت طیبہ ہی میں مل سکتا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دینِ اسلام ہی کی تکمیل نہیں فرمائی بلکہ نبوت اور رہنمائی کے سلسلہ کو آپ پر ختم کر کے سیرت انسانی کی بھی تکمیل فرمادی اور اس طرح تکمیل فرمادی کہ اس سے زیادہ مکمل اور اتنے اچھے نمونۂ کردار کا تصور بھی ممکن نہیں۔

مسلمانوں کے لئے تو اس بات کے سمجھنے میں کوئی دقت نہیں، اس لئے کہ یہ ان کا ایمان ہے اور وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ خالق کائنات کی رضامندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلصانہ اتباع کے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتی، اور بغیر حصول رضائے الٰہی نہ دنیا بھلی اور نہ آخرت۔ البتہ ایک غیر مسلم کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی، اسلئے کہ اس میں ایمان و یقین کا فقدان ہے لیکن سیرت طیبہ کا عمیق مطالعہ اس کے لئے بھی ایک فریضۂ انسانی کا درجہ رکھتا ہے۔ اگر اس نے سیرت طیبہ کا مطالعہ نہیں کیا تو اسے کہیں دنیا میں ایسا مکمل، واضح اور تفصیلی نمونہ کامیاب انفرادی اجتماعی اور قومی زندگی کا نہیں مل سکتا۔ وہ اپنی زندگی کے بہت سے مرحلوں میں یا تو کشمکش و تذبذب میں گرفتار ہو جائے گا یا بری طرح ٹھوکریں کھائے گا۔ زندگی بہرحال زندگی ہے، چاہے مسلمان کی زندگی ہو یا غیر مسلم کی۔ یہ وقت سب پر آتا ہے جب ایک آدمی کا دماغ یہ سوال کرتا ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے، اور ہمارے عمل کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ لازم ہے کہ آدمی کے سامنے اس سوال کے وقت کوئی نمونۂ عمل موجود رہے۔ ایک نبی اور ایک فلسفی کے مابین یہ واضح فرق ہر جگہ نمایاں ہے کہ نبی جو کچھ کہتا ہے اس کے مطابق عمل کر کے دکھاتا ہے۔ اور فلسفی جو کچھ سوچتا ہے اور کہتا ہے، نہ خود اس کے مطابق عمل کرتا ہے اور نہ کسی دوسرے عمل کرنے والے کو نتائج عمل کی ضمانت دیتا ہے۔ مسلم اور غیر مسلم دونوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ دنیا کلجگ نہیں کرم جگ ہے اور ے

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

مکتوب

سید سلمان ندوی فرزند مولانا سید سلیمان ندویؒ

بنام مدیر "تعمیر حیات"

ڈربن۔ (جنوبی افریقہ)
۲۱ فروری ۱۹۶۰ء

برادرم اسحٰق جلیس صاحب بارک اللہ فی علمکم
السلام علیکم!

غائبانہ اور قلمی تعارف تعمیر حیات کے ذریعہ حاصل ہے۔ خدا آپ کے قلم میں اور طاقت و برکت عطا کرے کہ ہم سب کی حیات آپ یونہی تعمیر کرتے رہیں۔ آمین

آپ کا بھیجا ہوا "تعمیر حیات" ملا۔ معاف کیجئے رسید میں تاخیر ہوئی۔ میں چند ہفتوں سے گرمی کی تعطیل میں مستقر سے باہر تھا۔ آپ نے تعمیر حیات بھیجکر مجھے بے پایاں مسرت دی ہے۔ جزاکم اللہ

تعمیر حیات کا لفظ لفظ پڑھا اور جب تک پڑھتا رہا ذہنی و روحانی طور سے اور کبھی کبھی جسمانی طور پر بھی اپنے آپ کو ندوہ میں پایا۔ ندوہ نے مجھے بہت کچھ دیا ہے اس کے احسانات سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ ہم لوگوں نے قدیم ندوہ کے بانکپن کی جھلک دیکھی تھی۔ اس اجتماع میں شرکت کے لئے تڑپ کر رہ گیا۔ خدا سے دعاء ہے کہ ہمارے استاذ علی میاں کو وہ صحت و حیات سے نوازتا رہے تاکہ ندوہ کا نام روشن سے روشن تر رہے۔ اس سے زیادہ ندوہ کی شہرت ہمارے اور آپ کے ہاتھ میں ہے۔ جہاں بھی تعمیر حیات مل جاتا ہے لفظ لفظ پڑھنے لگتا ہوں یہی بوئے یوسف والا معاملہ ہے۔

معلوم نہیں ہمارے مولانا محمد اویس صاحب نگرامی اب کیسے ہیں، زمانہ ہوا ان کا خط لایا تھا کہ وہ پہلے سے اچھے ہیں۔ مگر سنا ہے کہ پھر ہسپتال میں داخل ہیں۔ خدا ان کو شفا عطا کرے۔ کاش وہ تفسیر مکمل کر لیتے۔

مولانا عبد الباری صاحب ندوی کے انتقال کی خبر ملی۔ انا للہ ...... اگر مولانا کے جوانی کا کر و فر کسی نے دیکھا ہو تو وہ شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ مولانا کیا تھے۔ پھر جب تصوف کا غلبہ ہوا تو کیا ہو گئے۔ ندوہ میں جب ان کی آمد ہوتی تھی تو ہم لوگ کترا جایا کرتے تھے کہ سامنا نہ ہو ورنہ ضرور سوالات کی بوچھار ہوگی۔ اللہ ان کو غریق رحمت کرے۔ ذہن کے پردہ پر ماضی کے واقعات گذر گئے۔

"تعمیر حیات" ماشاء اللہ خوب مرتب کیا۔ اگر اجتماع کے سلسلہ میں اور کوئی چیز طبع ہو تو ضرور ارسال کیجئے گا۔

ہاں۔ تعمیر حیات کا شاہ معین الدین نمبر بھی ایک جگہ ہاتھ آگیا تھا۔ ماشاء اللہ بہت اچھا تھا۔ شاہ صاحب کو میں معین بھائی کہا کرتا تھا۔ تعمیر حیات پڑھ رہا تھا تو شاہ صاحب مرحوم سامنے رہے تھے۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

والسلام
مخلص: سلمان ندوی

ملکیت و دیگر تفصیلات پندرہ روزہ "تعمیر حیات" لکھنؤ فارم نمبر ۴
مقام اشاعت: پوسٹ بکس نمبر ۹۳ ندوہ، لکھنؤ
وقفۂ اشاعت: پندرہ روزہ — نام پرنٹر، پبلشر، مسؤل: سید محمد حسنی
قومیت: ہندوستانی — پتہ: ۳۰۰ گوئن روڈ۔ لکھنؤ
ملکیت: شعبۂ تعمیر و ترقی ندوۃ العلماء، لکھنؤ
میں سید محمد حسنی اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ تفصیلات مندرجہ بالا میرے علم و یقین میں صحیح ہیں
دستخط سید محمد حسنی
پبلشر تعمیر حیات

"تعمیر حیات" میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

طوافِ وداع — اور — واپسی

از، مولانا ہاشم میاں فرنگی محلی

مقدر یاور ہو تو آپ کا ایسا ہو۔ کروڑوں نے خواہش کی، ارادہ کیا، مال و اسباب فراہم کیا، حاضری کی مکمل تیاری بھی کر لی مگر حاضری قبول فرمانے والے نے اپنی عنایت و کرم سے حاضری دینے والوں کے رجسٹر میں آپ کا نام تحریر فرمانے کا حکم عنایت فرمایا۔ واللہ تقدیر ہو تو ایسی ہی ہو۔

جب اس کریم نے اپنے کرم بے پناہ سے حاضری دینے والوں میں آپ کا نام لکھ لیا ہے تو آپ کا بھی فرض ہو جاتا ہے کہ آپ دل و جان سے حاضری دیجئے۔ دل کہیں اور آپ کہیں، تو حاضری کا خدا ہی حافظ ہے۔ پاس پورٹ پر مہر ضرور پڑ جائے گی مگر دل پر ٹھپہ نہ لگ پائے گا۔

ہم آپ سے ہزاروں میل دور آپ کے بھائی ہمارا اللہ سے دعا کر رہے ہیں کہ آپ کے نرم نرم دل پر ایک بھرپور ٹھپہ ان کے حکم سے لگ جائے جن کا حکم آسمان و زمین پر جاری و ساری ہے۔

کہنے والوں نے کہا ہے اور سچ ہی کہا ہے کہ وہ خود سے کسی کو اپناتے نہیں ہیں مگر جو ان کا بننا چاہتا ہے اس سے نا بھی نہیں کرتے ہیں۔ وہ صرف ارادے اور نیت کو دیکھتے اور پھر ہر بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

ہمت ہو تو پکار کر کہئے میں حاضر ہو گیا ہوں اور پوری نیازی کے ساتھ حاضر ہوا۔ میں خدا نہ کردہ آپ کو چیلنج نہیں کر رہا ہوں، ایک بات آپ کے کان میں کہنا چاہتا ہوں وہ زور سے کہنے والی نہیں ہے، اب وہ بات سن لیجئے کہ گھر والے کی مرضی یہ ہے کہ لوگ آئیں تو اپنی مرضی کے ساتھ اور جب یہاں سے جائیں تو اپنی مرضی یہاں چھوڑ دیں اور رب البیت کی مرضی لے کر اپنے گھر واپس چلے جائیں۔

یہ کام یوں تو بہت مشکل معلوم ہوتا ہے مگر ہمت والے ایسے ہی کام کر لیا کرتے اور ہلکے پھلکے ہو کر وہاں سے واپس آیا کرتے ہیں۔ اللہ کا نام لیجئے۔

"مشکلے نیست کہ آساں نہ شود"

یہ کام یوں آسان ہو جائے گا کہ آپ کوئی نمونہ عمل تلاش کیجئے پھر اسی کی نقل اتاریئے اللہ کی مرضی ہوئی تو نقل مطابق اصل ہو جائے گی۔ اچھا تو یہ ہے آپ انہیں سے پوچھ لیجئے جو مرضی الٰہی کی سند عنایت فرمایا کرتے ہیں، انہوں نے یہاں پہونچ کر اور پہونچنے سے پیشتر آواز لبیک اسی کے حضور میں کیا عرض کی تھا، لبیک اللّٰھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ والملک لاشریک لک لبیک (حاضر ہوں میرے اللہ

حاضر ہے تیرا اچھا گا ہو غلام حاضر ہے، میرے مالک تیرا کوئی شریک اور ساجھی نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جو تعریف بھی کی جائے وہ تیری ہی ہے تو ہی سزاوار حمد ہے اور تمام تعریفیں تجھی کو زیب دیتی ہیں، تمام نعمتوں کا تو ہی مالک ہے، تو ہی سب کچھ دینے والا ہے۔ یہ اقتدار والے اور یہ اختیار عارضی لینے والے بھی تو تیرے ہی محتاج ہیں۔ حکم تیرا اور صرف تیرا ہے۔ بخشش و عطا صرف تیری طرف سے ہے، تیری ہی تعریف کی جائے گی تیرے ہی گن گائے جائیں گے، میں صدق دل سے عرض کرتا ہوں کہ تیرا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے)

یہ بات رب البیت کے پیارے دلارے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حضور میں عرض کی تھی۔ پھر اب انکی اتباع، نقل، پیروی میں ابدالآباد تک ہر حاضری دینے والے کو کہنی پڑے گی صرف کہنی نہیں پڑے گی بلکہ جو نیت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی وہی نیت ان کے ہر غلام کو کرنی پڑے گی۔ جب غلام آقا کی نیت کی پابندی کرے گا اور اپنی مرضی کو تج کر مالک الملک کی مرضی اپنائے گا تو غلام بھی نامدار ہو جائے گا۔ ہر حاضر باشی انکی مرضی قبول نہیں کرتا مگر آپ ہی کوشش فرمایئے کہ اب ان کی ہی مرضی سے ہر کام ہو گا حقیقت میں اس سفر کا مقصد یہی ہے۔ اللہ مبارک کرے اب اسی کی مرضی لے کر یہاں واپس آئیں۔

آپ نے خانۂ کعبہ کا طواف کر لیا حجر اسود کو بوسہ دے دیا، مقام ابراہیم پر نماز پڑھ لی، چاہ زمزم حاضر ہو کر خوب چھک گئے۔ بجا ہے اگر کیف و سرور میں آپ کے قدم زمین پر نہ پڑیں ان قدموں کو تو آسمان بھی چومنے کی تمنا کرے گا۔

آپ صفا و مروہ کے درمیان پھیرے بھی لگا چکے جی نہیں صفا و مروہ آپ کو بھیج کر رب البیت نے ظاہری طور پر بھی آپ کو بلند و بالا کر دیا۔ سعی آپ کی مشکور ہوئی، جد و جہد کی ابتدائی منزل آپ نے سر کر لی اللہ آپ کو مبارک کرے مگر ابھی تو بڑا کام باقی ہے۔ حج کے مہینے کی ۸ تاریخ صبح سویرے آپ منیٰ میں بھیج دئے گئے پھر منیٰ سے نویں کی صبح کو آپ عرفات پہونچا دئے گئے۔ ساری عمر آپ نے دو نمازیں ساتھ نہیں پڑھی تھیں وہ بھی یہاں آپ سے پڑھوا دی گئیں، مغرب کی نماز آپ پڑھنا چاہتے، سورج آپ ڈوبتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، لیجئے وہ ڈوب بھی گیا، آپ ارادہ کرتے ہیں کہ اٹھ کر جلدی سے نماز ادا کر لیں مگر ساتھ کے لوگ روک دیتے ہیں کہ ایسا غضب نہ کرنا، نماز مغرب کا وقت چاہے یہاں آ جائے مگر بنانے والے نے جہاں نماز پڑھنی دی ہیں جا کر پڑھائے، وہاں پہونچتے پہونچتے چاہے آدھی رات آ جائے، مغرب وہیں ہو گی۔ مغرب و عشا آپ سے ساتھ ساتھ پڑھوا لی گئی۔ نماز سے آپ کو فرصت ملی تو بستر اپنے حق کا مطالبہ کر رہا ہے مگر بستر سے منھ موڑ کر آپ وہ ہتھیار تلاش کرنے میں لگائے جاتے ہیں جو شیطان کو زیر کر سکیں۔ یہ ہتھیار کوئی بھاری بھرکم نہیں صرف چنے کے برابر کنکریاں ہیں۔ بتایا یہی گیا ہے کہ انہیں تلاش کر لو پھر صاف کر کے اور چن کر اپنے ساتھ صبح منیٰ چلے جاؤ۔ اپنے اندر کا شیطان اگر زیر کر لیا جائے تو باہر کے شیطان کے لئے یہی کنکریاں بہت بڑا ہتھیار ہیں۔ مزدلفہ کا سفر بھی آپ کا تمام ہو گیا۔ اب پھر منیٰ آپ پہونچا دئے گئے یہاں قربانی آپ سے کرائی گئی شیطانوں پر کنکریاں آپ نے پھینک لیں بیچ میں مکہ معظمہ پھر حاضری دے لی، پھر آپ منیٰ میں قیام کے لئے حاضر ہو گئے، قیام منیٰ کے بعد آپ پھر مکہ معظمہ میں قیام کے لئے حاضر ہو گئے، اب روزانہ کئی کئی مرتبہ طواف ہو رہے ہیں۔

ہمت والے عمرہ پر عمرہ کر رہے ہیں سعی کرنے والے دوڑ دھوپ میں لگے ہیں کہ ایک مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ مکہ معظمہ سے اب کوچ کا حکم ہے کچھ خوش نصیب ہیں جو اب مدینہ طیبہ جائیں گے، کچھ مقدر والے ہیں جو تمام کاموں سے فرصت پاکر اب اپنے اپنے گھروں کو روانہ کئے جائیں گے۔

اب ایک آخری طواف کرنا ہے اس آخری طواف کا نام طواف وداع ہے یعنی ایسا طواف جس میں خانۂ کعبہ حاجی کو اپنے سے لپٹا کر رخصت کر دے۔ کون ہو گا جو خانۂ کعبہ سے لپٹنے کے بعد پھر زمانے کی برائیوں سے گلے لگے گا سمجھدار لوگوں کا یہی فیصلہ ہے۔ غالباً یہی فیصلہ آپ کا بھی ہو گا۔

کعبہ شریف آئے تھے تو کس ذوق و شوق سے آئے تھے کس کس خوشی کے ساتھ طواف ہوتا تھا کعبہ کو دیکھا جاتا تھا اور زیادہ وقت حرم شریف میں گذارا جاتا تھا اب یہ اعلان ہو رہا ہے کہ حاجیو! اپنی اپنی منزل پر روانہ ہو جاؤ، دل پر ہاتھ رکھ کر اور آنکھ بند کر کے سوچئے کیا ان پر گذر رہی ہو گی جو اللہ کے گھر کو چھوڑ رہے ہوں گے۔

یہ وقت کتنا سخت ہو گا جب اللہ کے مقدس گھر سے آپ رخصت ہو رہے ہوں گے ہمیں پورا اندازہ ہے کہ کل ہر خوش تھے کہ آپ حرم شریف میں داخل ہو گئے، آج آپ کی محبت میں ہم رنجیدہ ہو رہے ہیں کہ کعبہ شریف سے آپ کی رخصتی ہو رہی ہے۔ یقیناً کعبہ شریف سے جدائی اور انعام خداوندی سے دوری پر آپ کا دل بے قرار ہو گا، آنکھیں اشکبار ہوں گی اور کلیجہ غم جدائی سے پھٹا جا رہا ہو گا زبان پر حسرت و افسوس کے کلمات ہوں گے، ممکن ہے کہ جدائی کے وقت آپ بالکل بے حال ہوں تو یہ بے حالی بھی اللہ کی نعمت ہے۔

طواف وداع کے لئے یہی حکم ہے کہ دوسرے طوافوں سے الگ ہے بس کعبہ شریف کے گرد گھومتے ہی رہئے، کبھی حجر اسود کو بوسہ دیجئے تو کبھی ملتزم سے چمٹ جایئے تو کبھی غلاف کعبہ کو اپنے سینہ سے مس کئے رہئے اور گڑگڑا کر الحاح و زاری کیجئے اور جس قدر دعا مانگنی ممکن ہو مانگ لیجئے کہ اب یہی آخری دن حرم شریف کی حاضری کا ہے پھر اللہ بہتر جانتا ہے کہ حاضری ہو یا یہی آخری حاضری ہو، آج جو بھی آپ کو مانگنا ہو دل کھول کر مانگ لیجئے ساری عمر کی خطائیں آج اگر آپ چاہیں تو معاف کرا سکتے ہیں بشرطیکہ دل کی زبان سے مانگئے اور اسی زبان دل سے اعتراف کیجئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے مانگنے والے کو ناکام واپس نہیں کرتا ہے یقین ہے کہ آپ کی تمام خطائیں طواف وداع کے بعد اللہ نے معاف فرما دی ہوں گی اب یہ درخواست آپ سے ہے کہ اپنے اس بھائی کے لئے بھی خاتمہ بخیر ہونے کی دعا مانگ لیجئے۔

حج تو آپ کا ہو گیا، اللہ نے قبول بھی فرما لیا آپ کی خدمت میں ہم سب کی مبارکباد۔

اب آپ پاک و صاف وطن واپس چلے آئے۔ دیکھئے ایک بات کہیں برا نہ مانئے گا ہم تو آپ کو اب حاجی صاحب کہیں گے۔!

یعنی اللہ کے گھر سے دھلے دھلائے پاک و صاف ہر خطا و قصور سے دور اور شائبہ گناہ سے بھی آزاد سمجھتے ہیں، واپسی میں کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہو ہی جاتا ہے، اللہ کرے واپسی میں دونوں طرف کے کسٹم آفیسر آپ کی زبان کو قرآن و حدیث کی زبان سمجھیں یعنی جب آپ کہدیں کہ میرے پاس کوئی غیر قانونی سامان نہیں ہے اور واقعی آپ کے پاس کوئی غیر قانونی چیز نہ ہو اور آپ کے صندوق بھی ناجائز مال سے اتنے ہی پاک و صاف ہوں جیسا کہ آپ کا دل شائبہ گناہ سے، تو ہم اس کامیاب سفر سے واپسی پر آپکی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

(ریڈیائی تقریر)

پرنٹر، پبلشر، مسئول سید محمد حسنی نے جے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دھلی میں طبع کرا کر دفتر "تعمیر حیات" ندوہ۔ لکھنؤ سے شائع کیا۔

اڈیٹر، اسحٰق جلیس ندوی

کتابت، جلال الدین لکھنوی ندوی

۲۲ سال جلاوطنی کے بعد جب میں مصر لوٹا....

(الاخوان المسلمون کے ایک سرگرم رکن اور جنرل سکریٹری عبد الحکیم عابدین ۲۲ سال کے بعد مصر لوٹے تو قاہرہ کے مشہور روزنامہ "الجمھوریۃ" نے اس موقع پر ان کا انٹرویو شائع کیا۔ اس کا اردو ترجمہ نظام الدین رامپوری ندوی کے شکریے کے ساتھ نذرِ قارئین ہے)

"جب میں مصر لوٹا تو اس کے دروازے کھلے پائے، سرزمین مصر اپنے فرزندوں کو خوش آمدید کہہ رہی تھی، اب مصر صحیح معنوں میں آزاد ہو چکا ہے، اب یہ تمنا ہے کہ مصر کی خاک کو اپنی ابدی خوابگاہ بنا لوں۔"

لیکن میں یہاں سے نکلا کیوں تھا؟:

یہ تو ایک لمبی داستان ہے "اخوان المسلمین" اور جمال عبد الناصر کے درمیان اختلاف کی داستان، اس اتفاقیہ واقعہ کی داستان جس نے مجھے تختۂ دار سے بچا لیا تھا، اگر وہ اتفاقی واقعہ پیش نہ آتا تو آج میں بھی ان شہداء میں سے ایک ہوتا جنھوں نے تختۂ دار پر اپنی جانیں قربان کر دیں، جنھوں نے ریگستان کو اپنی ابدی خوابگاہ بنا لیا اور جو سولیوں پر چڑھ کر اپنے رب حقیقی سے جا ملے۔

"اخوان" نے جمال عبد الناصر سے اختلاف کیوں کیا تھا؟:

عبد الحکیم عابدین اپنی یادداشتوں کو دہرا رہے تھے کہ کس طرح جماعت "اخوان المسلمین" شروع ہوئی؟ اور پھر کیسے یہ تحریک انقلاب بن گئی اور کیوں اس نے انقلاب کی تائید کی؟ اور یہ کہ "اخوان" کا اختلاف صرف عبد الناصر کے ساتھ کیوں ہوا؟ کیوں عبد الناصر نے "اخوان المسلمین" کو ختم کرنے کی ٹھان لی؟ اور کیوں اس نے اخوانیوں کو تختۂ دار پر چڑھا دیا تھا، اور کمیونسٹوں کو صرف قید کی سزا دی تھی؟ لیکن وہ ان باتوں سے تیزی سے گذر رہے تھے، شاید اس لئے کہ ان کی عمر اب ساٹھ سے زیادہ ہو چکی ہے، یا پھر اس لئے کہ وہ دل کے مریض ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ان یادوں کی گہرائیوں میں نہ اتریں بلکہ سرسری تذکرہ کرتے ہوئے گذر جائیں۔

میں نے تمکو اللہ کے حوالہ کر دیا ہے:

عبد الحکیم عابدین ۱۹۵۴ء میں حج کے لئے روانہ ہوئے ان کے ساتھ ان کی والدہ اور بیوی تھیں، اسی اثناء میں مصر میں اخوانیوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، اخوانیوں کا صفایا کرنے کی پہلی مہم شروع ہو گئی، حجاز سے واپسی پر انہیں اصرار تھا۔ لیکن ان کے احباب روک رہے تھے، چنانچہ ان لوگوں نے ان کی والدہ سے بھی کہا کہ وہ منع کریں، اور والدہ نے منع بھی کیا لیکن تنفیذ ان نے آخر کار مسئلہ اپنے بیٹے کی صوابدید پر چھوڑ دیا۔ اس وقت مصر میں میونسپلٹی کے وزیر عبد العزیز نے مداخلت کی اور ایک درمیانی شکل تجویز کی اور وہ یہ کہ عبد الحکیم عابدین سعودیہ ہی میں رہیں اور وہ خود مصر جا کر حسین الہضیبی سے مشورہ کریں، مصر پہونچ کر انہوں نے ایک مبہم ٹیلیگرام کیا۔ جس میں انہوں نے لکھا کہ آپ سعودیہ ہی میں رہیں تاکہ میں اخوان المسلمین کی مدافعت کروں، اور ان شکوک و شبہات اور غلط فہمیوں کو جو ان کے خلاف پھیلائی جا رہی ہیں، دور کر دوں۔

انحراف کی ابتداء کیسے ہوئی؟:

اخوانیوں کے صفایا کرنے کی مہم کیوں شروع ہوئی ـــ؟ اخوان المسلمین کے جنرل سکریٹری عبد الحکیم عابدین نے جو ۲۲ سال کے بعد مصر لوٹے ہیں وضاحت کرتے ہوئے کہا:۔

اخوان نے پہلے مرحلہ میں انقلاب کی تائید کی، کیونکہ اخوان کا مقصد اصلاح تھا اور یہی انقلاب کا بھی مقصد تھا، چنانچہ اخوان المسلمین نے اس کی تائید کی اور اسی وقت اس بات کی بھی کوشش کی کہ ان چھپے ہوئے راستوں کی بھی نشاندہی کرے جو ان کی نظروں سے اوجھل ہیں تاکہ وہ راستے اور وہ تحریفیں ظاہر ہو جائیں جو پیش آنے والی ہیں۔ اسی لئے اخوان المسلمین نے چند تجاویز پیش کیں۔

"اخوان" نے کہا کہ "قطار الرحمۃ" کی مہم ایک تحریف ہے، جس کو اسلام قطعاً پسند نہیں کرتا اگر جوانوں کو چندہ کے لئے انفرادی طریقہ سے جمع ہونا قطعاً نہیں، اسی طرح سیاست میں ان کا اکٹھا ہونا "اخوان المسلمین" کو ان کے موقف و مقام سے ہٹا دے گا۔

ہماری ان باتوں کو انقلاب کے دوسرے نوجوان رہنما توجہ سے سنتے تھے اور غور کرتے تھے لیکن اختلاف اصلاً عبد الناصر سے ۱۹۵۴ء میں برطانوی انخلاء کے معاہدہ پر ہوا، ہم نے عبد الناصر سے یہ کہا کہ اس سے مصریوں کی توقعات پوری نہیں ہو سکتیں، چنانچہ ہم نے اس معاہدہ پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل کی۔

جلاوطنی کے معاہدہ کی مخالفت:

عبد الحکیم عابدین نے اس میمورنڈم کا ذکر کیا جو کمیٹی نے تیار کیا تھا، گویا کہ وہ ابھی کل کی بات ہے، وہ اس طرح بیان کر رہے تھے گویا پوری کارروائی ان کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہی ہو۔ ایسا لگ رہا تھا گویا انہوں نے کل ہی پڑھا ہے، وہ بار بار دہرا رہے تھے یہاں تک کہ تمام جملے ان کے ذہن میں محفوظ تھے۔

میمورنڈم تین فقروں پر مشتمل تھا:۔

۱۔ ہم مصری فریق کی کوششوں اور ان کے اخلاص پر ان کو مبارکباد دیتے ہیں اور مصری عوام کی آرزوؤں کو پوری کرنے میں انکی محنت اور لگن کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور سراہتے ہیں۔ معاہدہ اگر ناکام ہوا تھا اس کا سبب برطانیہ کے خبث اور اپنا وجود باقی رکھنے کی ہوس سمجھتے ہیں۔

۲۔ دوسرا جملہ اس معاہدہ کی جزئیات کی تفصیل کے سلسلہ میں تھا۔

۳۔ میمورنڈم کا آخری فقرہ یہ تھا کہ حکومت اس معاہدہ سے گریز کرے اور اصل راستہ کی طرف لوٹ آئے جس پر انقلاب کی بنیاد ہے اور جد و جہد ہے ساتھ ہی اس بات کا بھی یقین دلایا گیا تھا کہ اخوان المسلمین اس معرکہ میں سب سے پہلے شریک ہوں گے اور حصہ لیں گے۔

عبد الحکیم عابدین کہتے ہیں:۔

عبد الناصر نے اخوان المسلمین کو ان سے مل کر اس سلسلہ میں بات کرنے کے لئے دعوت دی، بجائے اس کے کہ یہ بات رائے عامہ کے سامنے لائی جائے، لیکن ہم نے اس تجویز کو اس لئے رد کر دیا کہ یہ بات اس معاہدہ کے اعلان سے پہلے ممکن تھی، لیکن معاہدہ کے بعد یہ کسی طرح ممکن نہیں، پھر ہم نے یہ بھی سوچا کہ چند گھنٹوں کی گفتگو فوراً بھلا دی جائے گی اور دیواروں کے پیچھے دفن ہو جائے گی اور مصری عوام اور باہر کی دنیا یہ سوچے گی کہ تمام مصریوں نے اس معاہدہ کو قبول کر لیا جس میں نقص بھی ہے اور ضرر بھی، اور یہ سمجھا جائے گا کہ یہ معاہدہ بالاتفاق منظور کیا گیا۔

اخبارات ضبط کر لئے گئے: اور مقدمہ

عبد الناصر کے نمائندہ کو سمجھایا گیا کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں لیکن اس کے باوجود ہم انکے وعدہ کرتے ہیں کہ اپنی اس ناراضگی کی وجہ سے انقلاب کے خلاف کسی جد و جہد کی شروعات کا ارادہ نہیں رکھتے، ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ لوگ یہ جان جائیں کہ مصر میں اب بھی کچھ ایسے مخلص اور وطن دوست موجود ہیں جن کے اندر زندگی کی رمق باقی ہے ان کا ضمیر مردہ نہیں ہوا ہے، بلکہ ہم نے دیگر اُن سے یہ کہا کہ یہ موقف تو مصری عوام اور مصر کے حق میں ہے کیونکہ اس طرح آپ انگریزوں سے یہ کہہ سکیں گے کہ ہم نے آپ سے ایسی صورت میں یہ معاہدہ کیا ہے کہ مصری عوام اس سے خوش نہیں ہیں اس لئے مزید رعایت کی ضرورت ہے۔ اس کے باوجود عبد الناصر نے اس تجویز کو ٹھکرا دیا، چنانچہ ہم نے میمورنڈم مرتب کیا اور اُن سے وقت لینے کی کوشش کی کہ ان کو یہ میمورنڈم پیش کیا جائے، مگر وہ ٹال مٹول کرتے رہے اور پھر ہمارے سامنے اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں تھی کہ اس کو عوام کے سامنے پیش کر دیں اور پریس کے حوالہ کر دیں، چنانچہ ایک اخبار نے اس کو شائع بھی کر دیا، صدر جمال عبد الناصر نے فوراً پرچہ کے ضبط کر لینے کا حکم دے دیا، اور ان تمام شماروں کو ضبط کر لیا گیا جو اس وقت شائع ہوئے تھے تاکہ ہماری آواز لوگوں تک نہ پہونچ سکے، اور پھر جولائی ۱۹۵۴ء میں حکومت کی جانب سے تائیدی مظاہروں کا انتظام کیا گیا، تاکہ برطانوی انخلاء کے معاہدہ پر مبارکباد پیش کیا جائے۔

ہمارا یہ فرض تھا کہ ہم صحیح موقف واضح کر دیں اس لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ ہم اس میمورنڈم کو لاکھوں کی تعداد میں چھپا کر لوگوں میں تقسیم کرائیں مصر میں اور مصر کے باہر بھی، اور اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ لوگ جان جائیں کہ مصر میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس معاہدہ کو ناپسند کرتے ہیں، اس کا مقصد ہرگز انقلابی رہنماؤں کی کوئی مخالفت یا ان پر بالادستی حاصل کرنا نہیں تھا۔ لیکن عبد الناصر کو اس کی وجہ سے غصہ آ گیا اور انہوں نے اخوانیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنا شروع کر دیا ہے چونکہ سفر حج کے لئے تیار تھا اس لئے میں روانہ ہو گیا لیکن میں نے اس میمورنڈم کی چند کاپیاں اپنے ساتھ لے لیں کیونکہ شامی اور عراقی پریس اس خبر کو بڑی خوشی سے شائع کر سکتا تھا۔ چنانچہ حقیقت شام میں خیروں نے ساتھ اس خبر کو شائع کیا، اور اس پر بڑے بڑے نوٹ بھی لکھے، میرے حجاز پہونچنے کے چند ہی گھنٹوں بعد اخبارات میں یہ خبر آ گئی کہ جمال عبد الناصر نے اخوانیوں کے صفایا کرنے کا عمل شروع کر دیا ہے۔

سزائے موت اور جلاوطنی کی لہر:

چاہے عرصہ گزر جائے مجھے شامیوں کی وہ ہڑتال اور ماتم کبھی نہیں بھولے گا جو انہوں نے اخوانیوں کے سزایابی کے وقت کیا تھا، جس میں مسلمان اور عیسائی دونوں شریک تھے، ۱۹۵۴ء میں مارچ کی ایک صبح جب "شہداء" کا پہلا قافلہ روانہ ہوا تو اسلامی حکومتوں اور ملکوں کا تاثر اس درجہ پہونچ گیا کہ اُس وقت شام کے وزیر اعظم "فارس الخوری" نے جو عیسائی تھے، علی نجیب کو جو ... مصر کے سفیر تھے بلوا بھیجا اور یہ بات ان سے کہی کہ شام کی پوری حکومت مع اس کے وزیر اعظم کے اخوان المسلمین کے لئے فدیہ بن سکتی ہے، اور انہوں نے ان کو ہدایت کی کہ یہ پیغام جمال عبدالناصر تک پہونچا دیں۔

اتفاق سے اُسی زمانہ میں عرب لیگ کی ایک کانفرنس قاہرہ میں ہو رہی تھی چنانچہ وزرائے خارجہ نے "اخوان" کی رہائی کے لئے بیچ بچاؤ کرنے پر اتفاق کیا اور لبنان کے وزیر خارجہ الفرد نقاش جو عیسائی تھے اُن کے ذمہ یہ کام سپرد کیا کہ وہ جمال عبدالناصر کے پاس جائیں اور عرب لیگ کی متفقہ رائے اور سفارش ان تک پہنچا دیں مگر جمال عبدالناصر نے اس کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کی۔

وہ بڑی حسرت کے ساتھ یہ کہہ رہے تھے کہ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ جس دن اخوانی تختۂ دار پر چڑھ رہے تھے اُسی دن مصری حکومت اسرائیلی جہاز (بلو جالیم) کے قیدیوں کو چھوڑ رہی تھی جنہوں نے مصری بچوں کو قتل کیا تھا، اور ٹھیک اسی دن صدر مصر جمال عبدالناصر امریکی سفیر کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دے رہے تھے، کتنا عجیب تضاد تھا، اس طرح ان سارے اسلامی اداروں اور تنظیموں کی کوششیں رائگاں گئیں۔

اخوان اور جنگیں:

۱۹۵۶ء شروع ہوا اس وقت اخوان نے باوجود ان ظلموں اور انتقامی جذبے کے کسی مصیبت کے وقت مدد کرنے میں کوتاہی نہیں کی، ہمیشہ پریشانی اور آزمائش کے وقت بڑھ کر تائید کی، ۱۹۵۶ء میں حملے کے وقت میں نے مسلمان رہنماؤں کو دمشق میں جمع کیا، اور مصری حکومت کی تائید میں تجویز پاس کرائی اور اپنی ساری صلاحیتیں انہی کی مدد کے لئے صرف کرنے کا وعدہ کیا، ہم نے ایک ٹیلیگرام جمال عبدالناصر کے نام روانہ کیا جس میں مندرجہ ذیل حضرات کے دستخط تھے۔

ڈاکٹر مصطفےٰ سباعی (شام)، محمود عبدالرحمٰن خلیفہ (اردن) شیخ محمد الصواف (عراق) علی ...

(سوڈان) عبدالحکیم عابدین، سعید رمضان، کامل الشریف اور سعد الجلیل (مصر) ہم اُسی دن مصری سفارتخانہ گئے اور مصری سفیر سے بات چیت کی، اُس وقت محمود ریاض سفیر تھے جو آج کل عرب لیگ کے سکریٹری ہیں۔ وہ بھی اس موقف سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔

جس نے ۲۲ سال مادر وطن سے دُور گذار دئے، اُس دور کو یاد کرکے اور اس کا تذکرہ کرنے سے اس پر رقت طاری ہوگئی کہ بہت سے شامی دوستوں نے ان سے ملاقات کے دوران کہا کہ اپنے ملک کے سفارتخانے نہ جائیے اس لئے کہ اگر ان لوگوں نے آپ کو گرفتار کرلیا تو شامی حکومت پھر کچھ نہیں کرسکتی۔

شام کے ساتھ اتحاد:

اس طرح ہم نے مصر اور شام اتحاد کی تائید کی اس بنیاد پر کہ یہ اسلامی وحدت کے مرحلوں میں سے ایک مرحلہ ہے جس کی طرف اخوان المسلمین دعوت دیتے ہیں۔

اشتراکیت:

اشتراکی قراردادوں کا جب اعلان ہوا تو ہم نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ اسلام کے علاوہ ہمارا کوئی نظام حیات نہیں ہے ہم اسی اعتقاد پر مرتے اور جیتے ہیں کہ ملک اس وقت تک محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک کہ اسلامی قانون اپنے تمام اصول اور اپنے تمام جزئیات اور فروع کے ساتھ زندگی کے تمام شعبوں میں رائج نہ ہو جائے احکام بھی اسلامی طریقوں کو اپنانے میں ایک نمونہ اور آئیڈیل ہوں۔ اس طرح ہم ان سے اتفاق نہیں کرتے کہ اشتراکیت، سرمایہ داری اور کمیونزم اسلام کے بعض اجزاء کے موافق ہیں اور بعض کے مخالف کیونکہ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اسلام کا ایسا تصور پیش کیا جائے جو اسلام کے مزاج کے خلاف ہے۔

یمن کی جنگ:

ہم نے اور اخوان المسلمین نے یمن کی جنگ کو شدت کے ساتھ ناپسند کیا، کیونکہ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق یمن میں تین لاکھ مسلمان قتل کئے جا چکے تھے، علاوہ ان ۴۰ ہزار اچھے مصری جانبازوں کے جو اس میں قربان ہوئے، اس فساد کی سب سے بڑی دلیل عبدالناصر کا وہ جواب ہے جو انہوں نے کسی ایجنسی کے نمائندہ کے سوال پر دیا تھا۔

ایجنسی کے نمائندہ نے کہا "کیا صیہونیت سے جنگ کا ارادہ ہے"؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ "آپ کیسے فلسطین میں جنگ کی توقع رکھتے ہیں جب کہ پچاس ہزار منتخب مصری فوجی اس وقت یمن میں برسر پیکار ہیں، اس کا مطلب یہ تھا کہ عبدالناصر کے نزدیک یمن میں مسلمانوں کا قتل اسرائیلیوں سے جنگ کرنے سے زیادہ اہم اور زیادہ بہتر تھا۔

اخوان کا دوسرا مقدمہ:

عبدالحکیم عابدین ۱۹۶۷ء کی جنگ کی طرف منتقل ہونے سے پہلے دو سال پیچھے لوٹ گئے جو اخوان کا دوسرا سال شہادت ہے یعنی ۱۹۶۵ء اور رو رو کر بیان کرنے لگے کہ:

"یہ تہمت کہ اس سال عبدالناصر کے خلاف انقلاب کی کوشش کی جا رہی تھی بالکل بے بنیاد ہے۔ اسکی تائید کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اکتوبر ۱۹۷۳ء کی فتح کا سبب فوج کے دلوں میں شہادت کی تمنا تھی اور اُن کی پکار اللہ اکبر کے سوا کچھ نہیں تھی"۔

عبدالحکیم عابدین محو گفتگو تھے، اشک آنکھوں سے رواں، وہ سیدھے بیٹھ گئے، فرمانے لگے...

"اخوان المسلمین" پر جو ستم ڈھائے گئے اس سے میرا دل ٹوٹ گیا، میں وطنیت کو جغرافیائی حدود سے نہیں جانتا بلکہ میں تو عقیدہ کی بنیاد پر دیکھتا اور جانتا ہوں کیوں کہ میرے تو یہ دو نوں شعر ہی ہیں سے

ولست ادری سوی الاسلام لی وطنا
الشام فیہ ووادی النیل سیان
وانیما ذکر اسم اللہ فی بلد
عددت ارجاءہ من لب اوطانی

دریائے نیل کے نام ایک پیغام:

اس کے باوجود وطن کی محبت ہمیشہ ستاتی رہی اور بار بار دل چاہتا رہا کہ چند لمحوں کے لئے دیکھ لوں، جب عبدالحکیم یہ بیان کر رہے تھے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے ایسا لگتا تھا کہ ان کو اب تک اس کا یقین نہیں کہ وہ مصر کی سرزمین میں داخل ہو چکے ہیں۔

انہوں نے ہچکیوں کے درمیان کہا کہ جب میں ایک سفر میں بلگراد سے ترکی لوٹ رہا تھا، اور یونان سے میرا گزر ہوا، اچانک ایرہوسٹس کی آواز آئی وہ اعلان کر رہی تھی کہ ہوائی جہاز قاہرہ کی طرف جا رہا ہے جو مسافر ترکی جا رہے ہوں وہ ایتھنس میں اتر جائیں تاکہ دوسرا جہاز ان کو مل سکے، میرے جذبات ابل پڑے، جب میں نے دیکھا کہ مشرق و مغرب کے لوگ جن کا مصر سے دور کا بھی واسطہ نہیں مصر جا رہے ہیں اور ہم مصر کے فرزند ہونے کے باوجود اس کی آغوش سے محروم ہیں۔

ایرہوسٹس میرے پاس آئی اور اس نے کہا کہ تھکن دور کرنے کے لئے اگر آپ کچھ کھانا پینا چاہیں تو حکم دیں۔ میں نے کہا اس وقت مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، کچھ دیر بعد آنا جب وہ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی تو میں نے انگریزی زبان میں ایک عبارت اس کے حوالہ کیا۔

"اگر تم میری خدمت کرنا چاہتی ہو تو ایک ایسا کام کرو جس سے میں تمہیں زندگی بھر یاد رکھ سکوں، جب تم قاہرہ پہونچو تو دریائے نیل کے کنارے چلی جانا اور میری طرف سے چند گھونٹ پی لینا، اور اس سے کہنا کہ اے نیل! تمہارا بیٹا عبدالحکیم عابدین نے جسے تم ایک قطرہ بھی نہیں دے سکتے تمہارے پاس اپنے آنسوؤں کا تحفہ بھیجا ہے تاکہ تمہاری موجوں میں طغیانی ہو"

ایرہوسٹس نے عبارت پڑھی اسکے آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں اسکو ضرور پہنچاؤں گی۔

آپ اس ۲۲ سال کی مدت میں کیا کرتے رہے؟:

میں ان دنوں لکھتا پڑھتا رہا، انجمنوں کی تشکیل کرتا رہا اور اسلام کی طرف سے مدافعت کی کوشش کرتا رہا۔ میں نے کویت، سعودیہ، لبنان اور شام میں وکالت بھی کی، میں ناصری تحریک کا ہمیشہ اور ہر جہت سے مقابلہ کرتا رہا۔

صرف حق کے ساتھ!

کیا وکالت کا پیشہ اسلام کے موافق ہے؟

اس سوال کے جواب میں عبدالحکیم عابدین نے فرمایا کہ "میں نے کوئی بھی مقدمہ بغیر اپنے ضمیر کے مشورے کے قبول نہیں کیا، مجھ پر اعتماد کا یہ حال تھا کہ بعض وکلاء صرف اس وجہ سے مقدمہ سے دستبردار ہو جاتے تھے کہ میں اسکی وکالت کر رہا ہوں، کیوں کہ میں کبھی ایسا مقدمہ قبول نہیں کرتا تھا جس میں مؤکل نے جھوٹ سے کام لیا ہو۔ میرا ضمیر جب مطمئن ہوتا تو میں اس میں حصہ لیتا اور وکیل کا ضمیر ہی اصل عدالت ہے۔

کیا ہر قسم کے مقدمات لیتے تھے؟:

میں ان میں بہت چھان بین کرتا تھا چنانچہ میں اس مقدمہ کو ٹھکرا دیتا تھا جس میں مجھے اس بات کا علم ہو جاتا کہ مؤکل نے مجھ سے کوئی بات چھپائی ہے۔

میں مصر سے اس حال میں نکلا تھا کہ اخوان کا جنرل سکریٹری تھا اور اب رابطہ عالم اسلامی کا مشیر ہوں۔

ایک مجاہد کی جد و جہد سے بھرپور ۲۲ سالہ داستان چند صفحات میں کیسے سموئی جا سکتی ہے، وہ تو ایک انقلاب کی داستان ہے جو کبھی ختم نہیں ہوسکتی۔

عرب سربراہوں کے نام کھلا مکتوب

از: نواب محمد صابر قلی خاں

معزز قائدین ملت!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

چودہ سو سال قبل اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں میں سے آپ عربوں کو منتخب فرما کر اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ نعمت "اسلام" اور بنی آدم کے لئے اپنا آخری پیغام اور ابدی ضابطۂ حیات قرآن ایک امانت کے طور پر آپ کو تفویض فرمائے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس انعام اور امانت کا صحیح حق ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس پیغام کو اس ابدی ہدایت نامہ کو مشقتیں اٹھا کر تکلیفیں برداشت کر کے اور جانوں اور اموال کی بے دریغ قربانیاں پیش کر کے دنیا کے کونے کونے تک پہنچا دیا اور پریشان حال بھٹکے ہوئے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور امانت کا صحیح حق ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ آپ سے اتنے خوش ہوئے کہ پوری دنیا کی دولت اور خزانوں کو آپ کے قدموں میں ڈالدیا اور پورے عالم پر آپ کو حکومت اور سیادت عطا فرمائی یہ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کی دوسری نعمت اور امانت تھی۔ آپ نے اس کا بھی صحیح حق ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو اپنا حق اور امانت کو اپنی ذاتی جائداد نہیں سمجھا بلکہ اُسے خود اُسی کی راہ میں صرف کر دیا۔ اس کے دین کو پھیلانے پر، گمراہوں کو سیدھے راستے پر لانے پر، جہالت کے اندھیرے میں بھٹکنے والوں کو ایمان اور علم کا نور عطا کرنے پر اور اس کے بھوکے، ننگے، مجبور اور پریشان حال بندوں کو خوشحال بنانے پر اللہ تعالیٰ کی عطا فرمائی ہوئی دولت کو صرف کیا اور اپنی حکومت کو اللہ کے بندوں کی فلاح کے لئے وقف کر دیا۔ دولت ہوتے ہوئے اسے اپنی ذات اور نفس کے لئے صرف نہیں کیا بلکہ اللہ کے دین کی تبلیغ اور اس کے بندوں کی آسائش کے لئے لٹا دیا اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بندگی اطاعت اور شکر کو شرف قبولیت بخشا اور اپنی نعمتوں میں مدیوں تک اضافہ فرماتے رہے۔

اس کے بعد بدقسمتی سے ایک ایسا دور آیا جب کہ پوری عرب قوم نے اپنی روش تبدیل کر دی اللہ تعالیٰ کی پہلی اور سب سے بڑی نعمت یعنی اسکے دین "اسلام" اور اس کے کلام "قرآن" کی طرف سے بے اعتنائی اختیار کر لی اور اس کی دوسری نعمت و امانت یعنی دولت و حکومت کو اپنا حق اپنی میراث اور ذاتی جائداد سمجھ کر اس کے بیجا مصارف شروع کر دئے۔ دین کی تبلیغ سے منہ موڑ لیا اور عیش و عشرت، فسق و فجور اور آرام و تفریحات پر بے دریغ دولت لٹانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے مہلت دی۔ پھر اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور اس پر بھی آنکھیں نہیں کھلیں تو عذاب میں مبتلا کر دیا۔ پہلے حکومت دیگر مسلم قوموں کو منتقل فرمائی اس کے بعد تاتاریوں کا سیلاب بھیجا جس نے عرب قوم کا بے رحمی کے ساتھ خون بہایا اور ان کی دولت اور حکومت سب چھین لی۔ پھر کافروں کی غلامی عربوں کا مقدر بن گئی۔

تاریخ افراد اور اقوام کو سبق دیتی ہے اور جو قومیں یا افراد اس سے عبرت اور صحیح سبق حاصل کر کے اپنے نظریات اور لائحۂ عمل کو صحیح رُخ دیتے ہیں وہ بام عروج پر پہونچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں گزری ہوئی قوموں کے عروج و زوال کے واقعات سُنا کر ان کے اسباب واضح فرمائے ہیں۔ عربوں نے ۱۴ سو سال قبل ان سے صحیح نصیحت اور سبق حاصل کیا اور کامل ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر عمل پیرا ہوئے تو ترقی کے ان مدارج پر پہونچ گئے جن کا تصور بھی آج مشکل نظر آتا ہے آج پھر اس قوم کو خود اپنی ہی تاریخ سے قرآن کی روشنی میں سبق حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

اے قوم عرب! اللہ تعالیٰ نے دوبارہ آپ پر نظر عنایت و کرم مبذول فرمائی ہے۔ یکے بعد دیگرے آپ کے ملکوں اور علاقوں کو کافروں کی غلامی سے آزاد فرمایا ہے اور مادی دولت سے بھی دوبارہ مالا مال کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پہلی نعمت اسلام اور قرآن بفضلہ تعالیٰ آپ کے پاس موجود رہی ہے۔ میں آپ کے خیرخواہ کی حیثیت سے آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا صحیح حق ادا کرنا شروع کر دیجئے اللہ تعالیٰ کے اس پیغام کو جس میں پوری دنیا اور انسانیت کے لئے حیات جاوید ہے اپنے معاشرہ میں پوری طرح نافذ کیجئے اور دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچانے کے لئے سرگرم عمل ہو جائیے آج انسانیت اندھیروں میں ٹھوکریں کھاتی پھر رہی ہے اور دنیا بربادی کے آتش فشاں کے دہانے پر پہونچ چکی ہے۔ اٹھئے اور اس کو ایمان اور علم ربانی کی مشعل سے منزل کی راہ بتائیے اس کو موت کے منہ میں سے نکال کر اسلام کے آب حیات سے سیراب کر دیجئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو غلامی سے نکال کر خود مختار حکومتیں عطا فرمائی ہیں اور مفلسی و تنگ حالی سے نجات دے کر اُبلتے ہوئے خزانوں کا امین بنا رہا ہے۔ خدارا ان دونوں نعمتوں کو بھی ضائع اور برباد نہ کیجئے۔ دولت کو عیش و عشرت، مشاغل تفریح اور بے راہ روی پر مت لٹائیے اور حکومت کو اپنوں کا ہی خون بہانے کا ذریعہ اور غیر اسلامی نظاموں کی تجربہ گاہ نہ بنائیے۔ اللہ تعالیٰ کی ان دونوں نعمتوں کا صحیح حق اسی طرح ادا ہو سکتا ہے کہ خود تکلیفیں اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پھیلانے اور اس کے دین کو قائم کرنے کے لئے ان کا استعمال کیا جائے اور خود عیش و آرام سے دور رہ کر اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کو جو ضروریات زندگی سے محروم ہیں سہولیات سے بہرہ ور کیا جائے۔

اے قوم عرب! آپ اپنی ہی تاریخ سے قرآن کی روشنی میں سبق حاصل کیجئے ہمیں آپ سے محبت ہے صرف اس لئے کہ ہمارے اللہ کا اور ہمارا محبوب آپ کے درمیان پیدا ہوا اور ہمیں آپ سے عقیدت ہے صرف اس لئے کہ انسانیت کا محسن اعظم آپ کی عظیم قوم اور پاک سرزمین میں اٹھا فرمایا گیا۔ اور اس خیال سے بھی ہم کانپ جاتے ہیں کہ خدانخواستہ آپ سے دوبارہ امانت واپس نہ لے لی جائے اور نعمتوں کا زوال نہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہماری اور آپ کی رہنمائی فرمائیں اور ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں کہ اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں ہم کامیاب ہو جائیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

آپ کا مخلص دینی خواہ ایک عجمی مسلم بھائی

نواب محمد صابر قلی خاں

(سابق امیر ریاست محمد گڈھ)

زائرینِ حرم

دیارِ حبیبِ خدا دیکھ آئے
وہ تنویرِ بدر الدجیٰ دیکھ آئے
مقاماتِ حمد و ثنا دیکھ آئے
وہ گلزارِ طیبہ وہ نہرِ زبیدہ
نظارہ کیا چاہِ زمزم کا جا کر
فضا میں تر و تازگی رُخ پہ رونق
نظر کی ہے فاران کی چوٹیوں پر
کھجوروں کے سائے کہیں ریگِ صحرا
گزرتے ہوئے قافلے حاجیوں کے
حدی خوانیِ ساربان بھی سُنی ہے
مدینہ کے بازار مکہ کی گلیاں
وہ صبح درخشاں وہ شامِ فروزاں
جہاں زندگی جگمگاتی ہے ہر دم
ان آنکھوں کو دیکھیں گے جی بھر کے ہم بھی

مدینہ کی دلکش فضا دیکھ آئے
تجلیِ شمس الضحیٰ دیکھ آئے
دبستانِ عشق و وفا دیکھ آئے
بہشت ایک زیرِ سماں دیکھ آئے
وہ تاثیرِ آبِ بقا دیکھ آئے
کراماتِ آب و ہوا دیکھ آئے
سکوں گاہِ غارِ حرا دیکھ آئے
پہاڑوں کا وہ سلسلہ دیکھ آئے
چمکتے ہوئے نقشِ پا دیکھ آئے
روایاتِ بانگِ درا دیکھ آئے
مقاماتِ صدق و صفا دیکھ آئے
ہر اک منظرِ جانفزا دیکھ آئے
وہ ماحولِ نور و ضیا دیکھ آئے
جن آنکھوں سے شہرِ وفا دیکھ آئے

تمام ان کی مشکل ہے آسان ماہر
جو شہرِ شہِ انبیاء دیکھ آئے

(اقبال ماہر)

ایک خاموش دعوت

اپنے آغاز سے ۲۵ ویں سال تک

عبدالرشید خان، ناظم مجلس تعلیم القرآن۔ ناگپور

یہ رپورٹ مجلس تعلیم القرآن کے سالانہ اجلاس مورخہ ۱۰ر جنوری ۱۹۷۶ء کو پڑھی گئی۔ اس اجلاس میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی بھی تشریف فرما تھے۔

★

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین۔

اما بعد۔

جناب صدر، حضرت مرشد محترم، مہمانان خصوصی و برادران ملت!

آج کی اس مجلس کا مقصد تو آپ حضرات کو معلوم ہی ہے۔ یعنی درس قرآن کے چوتھے دور کی تکمیل اور پانچویں دور کا افتتاح۔

اس موقع پر درس قرآن کی ۲۵ سالہ تاریخ کا مختصر تعارف آپ حضرات کے پیش خدمت ہے۔

آپ جانتے ہوں گے کہ صوبہ مہاراشٹر کا یہ حصہ جو علاقہ ودربھ کے نام سے معروف ہے، علمائے ربانی سے محروم تھا۔ یہاں جاہلیت کا دور دورہ تھا۔ شرک و بدعت کا بازار گرم تھا۔ توحید دور دور تک نظر نہ آتی تھی۔ وہ صوفیائے کرام جنہوں نے ملت کے لئے اپنی زندگیاں بغداد اور اس سے بھی دور دراز مقامات سے آکر یہاں ختم کردی تھیں وہ فراموش کر دئے گئے تھے اور انہوں نے جو توحید کی تعلیم دی تھی وہ بھی بھلا دی گئی تھی۔ ان کے بعد یہ علاقہ پھر ایک بنجر وادی وادی کی شکل اختیار کر چکا تھا۔

تقسیم ملک کے بعد مسلمانوں میں ایک طرف مایوسی چھائی ہوئی تھی تو دوسری طرف ارتداد، الحاد، کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ان کا جذبۂ ایمانی بھی سرد ہوتا نظر آرہا تھا۔ ایسے حوصلہ شکن حالات میں شہر ناگپور میں اللہ نے اپنے ایک بندے جناب الحاج عبدالکریم صاحب پاریکھ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ مسلمانوں کے جذبۂ ایمانی کو باقی رکھنے اور ان کو مایوسی و قنوطیت سے نکالنے کا صحیح اور واحد ذریعہ یہ ہے کہ اُن کا تعلق اللہ سے بذریعہ کتاب اللہ قائم کردیا جائے اور شرک و بدعت کے گڑھوں سے ان کو پکڑ پکڑ کر نکالا جائے۔

آغاز: اسی مقصد کے تحت جناب پاریکھ صاحب نے اس شہر ناگپور میں سنہ ۱۹۵۱ء میں اللہ کی کتاب کو سمجھ کر پڑھنے کا طریقہ رائج کیا۔ قرآن کا ترجمہ اور قرآن ہی سے قرآن کی تفسیر کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ ردعمل کے طور پر وہ طاغوتی طاقتیں جن کا اوڑھنا بچھونا بلکہ روزی کا ذریعہ ہی شرک و بدعت تھی، انہوں نے مخالفت کے طوفان کھڑے کئے۔ مگر

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

آخر آپ کی ثابت قدمی اور استقامت غالب رہی۔

ابتداء میں تو یہ تن تنہا ہی چلے تھے مگر راہرو ملتے گئے اور قافلہ بنتا گیا۔ اس طرح اجتماعی زندگی کا دور شروع ہوا۔ آخر وہ وقت بھی آیا کہ نہ صرف شہر، علاقہ و صوبہ بلکہ برصغیر ہند میں مجلس تعلیم القرآن کا نام جانا اور پہچانا جانے لگا۔ کیونکہ تقریری کام کے ساتھ ساتھ تحریری کام بھی شروع ہو چکا تھا۔

تصانیف: مولانا عبدالکریم پاریکھ کی اول تصنیف جو سنہ ۱۹۵۲ء میں منظر عام پر آئی وہ ہے جدید "آسان لغات القرآن"۔ یہ کتاب طرز تلاوت پر کلام اللہ کے الفاظ کا اردو ترجمہ پیش کرتی ہے، تاکہ مبتدی مخصوصہ میں کتاب اللہ کی آیات کا ترجمہ از خود سمجھ لے۔ ترجمے میں اردو الفاظ مستند علمائے کرام کے تراجم سے لئے گئے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کا تعلق علمائے کرام سے جڑا رہے۔ سنہ ۱۹۶۲ء میں اس کتاب میں توسیع کا اضافہ کرکے قارئین کے لئے مزید آسانی فراہم کی گئی۔ سال گزشتہ تک اس کتاب کے نو (۹) ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ امسال یا آئندہ انشاء اللہ اس کا انگریزی ایڈیشن بھی منظر عام پر آجائے گا۔ ہندی ایڈیشن طباعت کے مرحلوں میں ہے۔

دوسری تصانیف ہیں "قوم یہود اور ہم قرآن کی روشنی میں"۔ وقت کی ایک اہم ضرورت میں شمار کی جانے والی کتاب ہے۔ یہ کتاب سنہ ۱۹۷۱ء میں پہلی بار شائع کی گئی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن مکتبۂ الحسنات نے فوٹو آفسیٹ پر دیدہ زیب کور کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اس کتاب قوم یہود سے متعلق تمام آیات قرآنی سلسلہ وار درج کی گئی ہیں۔ آسان ترجمہ کے ساتھ بنی اسرائیل اور قوم یہود کی تاریخ کی مزید وضاحت کے لئے ذخیرۂ احادیث، اقوال صحابہ اور قدیم و جدید مفسرین کے بیانات کو سامنے رکھ کر اس قوم کی موجودہ روش کو بے نقاب کیا گیا۔ تاکہ اہل حلقہ کو سابق امت کے عروج و زوال سے سبق حاصل ہو۔ اس کتاب پر تعارفی نوٹ حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی ندوۃ المصنفین دہلی نے تحریر فرمایا ہے۔

شخصی تعارف: مجلس تعلیم القرآن کے بانی الحاج عبدالکریم صاحب پاریکھ کا مختصر شخصی و ذاتی تعارف بھی اس موقع پر برمحل ہوگا۔

آپ گجرات کے علاقہ کاٹھیاوار کی میمن برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک تاجر گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ مولانا کا ذریعۂ معاش تجارت ہے لیکن صنعت و تجارت کے ساتھ ساتھ خدمت دین آپ کا صرف مشغلہ ہی نہیں بلکہ مقصد حیات ہے۔ اسی لئے گزشتہ ۲۵۔۲۶ سال سے اللہ کی کتاب کا درس ایک خاص انداز سے دیتے ہیں۔ آپ کے متعلقین و احباب کا ایک وسیع حلقہ پیدا ہوگیا ہے۔ آپ کی مسلسل خدمت قرآن سے اب تو شرک و بدعت کے قدیم مراکز بھی متزلزل ہو گئے ہیں۔

آپ اصول تفسیر میں حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمہم اللہ کو بڑا امام مانتے ہیں نیز تمام قدیم و جدید مفسرین سے بھی استفادہ فرماتے ہیں۔

اپنے حلقۂ درس میں شرکاء اور متعلقین کی رعایت فرما کر آپ اکثر فرماتے ہیں کہ آپ جس مکتبۂ فکر سے متعلق ہوں اُسی مکتبۂ فکر کے عالم کا ترجمہ پڑھیں، مگر قرآن کو ترجمے کے ساتھ سمجھ کر پڑھیں یہی مجلس تعلیم القرآن اور آپ کا مقصد حیات ہے۔

اس کے علاوہ سماج اور معاشرہ کی اصلاح کے لئے آپ نے متعدد مضامین لکھے ہیں جو اکثر مذہبی جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ بعض مضامین کے مجموعے کتابی شکل میں انشاء اللہ عنقریب شائع ہوں گے۔

یہ بات بھی قابل تذکرہ ہی نہیں بلکہ باعث تشکر ہے کہ دیگر مذاہب کا آپ کا مطالعہ بہت وسیع اور جامع ہے۔ اسلام اور دیگر مذاہب کی تقابلی تقاریر میں آپ کا انداز بیان اتنا شستہ اور دلپذیر ہوتا ہے کہ برادران وطن اپنے اپنے مذہبی جلسوں میں آپ کو مدعو کرکے تعلیمات قرآنی سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے دیگر مذاہب کے ماننے والوں میں آپ کو عزت و محبت کا وہ مقام حاصل ہے جو دیگر لوگوں کو کم ہی حاصل ہو۔

دعوت کی انفرادیت: اس پوری دعوت اور تعلیمی عمل میں آج تک تنظیم جماعت چندہ یا مالی فنڈ کے قیام کی کوئی ضرورت ہی پیش نہیں آئی اس لئے کہ حاجی صاحب شروع ہی سے اپنے ساتھ چلنے والے تمام احباب کا ذہن بنانے میں اسی طرح کامیاب رہے کہ جب بھی جسمانی، مالی، ذہنی و فکری تعاون کا مرحلہ درپیش ہو تو ہر شخص آگے بڑھ کر اس فریضہ کو اپنی طاقت بھر انجام دے ڈالے جس طرح وہ اپنے اور اپنے خاندانی مسائل کے حل کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ باقی بڑے بڑے اجتماعی امور میں داعی کی آواز پر تمام احباب اپنا سب کچھ دینے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

جماعت بندی کرنے کے بجائے، ہر گھر، ہر محلہ، ہر مسجد غرض جہاں اور جس جگہ بھی موقع ہو لوگ اکٹھے ہو کر قرآن مجید پڑھنے پڑھانے سمجھنے سمجھانے کے لئے مجلس کا انعقاد کرلیں اور تعلیم کا متعین وقت پورا ہونے پر مجلس برخاست ہو جائے تاکہ اس دعوت کو رواجی تنظیم ہرگز نہ بنا دیا جائے۔ اور نہ کسی نئی جماعت کی تشکیل ہو، نیز روزانہ اپنے اپنے گھروں میں لوگ اپنی سہولت کے مقررہ وقت پر اہل خانہ کے ساتھ قرآن مجید ترجمے سے پڑھیں اور پڑھائیں۔

موصوف کا یہ قول ہم بار بار سن چکے ہیں کہ جماعت بندی اور جماعت پرستی ایک نیا مرض ہے، جو لوگوں کو کسی کام کے لئے اکساتا ہے اور پھر دل بھر جانے کے بعد خود اپنے ہاتھوں تنظیم کو منتشر کرنے کا سبب بنتے ہیں اس لئے یہاں کوئی تنظیم بازی، جماعت سازی یا تحریک کا یا منتھا کا ذہن نہ ہو کر ایک روزمرہ کی ضرورت کا کام سمجھ کر سب لوگ اپنے آپ کو قرآن سے اور اس کی تعلیم سے باندھ لیں یہی دعوت دی جاتی ہے۔ کوئی ضروری نہیں وہ ہمارے ساتھ رہیں، ساتھ چلیں بلکہ وہ خود بھی اپنے طور پر یہ کام کر سکتے ہیں اس میں ہماری اجارہ نہیں۔ یہی اس دعوت کی انفرادیت ہے۔

چونکہ ابتداء سے قرآن مجید کی خدمت کا ایک کام مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ نے اپنے ذمّے لے رکھا تھا اس لئے دوسرے مفید اور ضروری کاموں کے لئے وقت نکالنا مشکل تھا، تاہم بحمد اللہ اب درس حدیث کا پروگرام بھی شروع کرنے کے امکانات ہیں۔ یوں تو آپ نے ہمیشہ قرآن کی تفسیر کے لئے سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی حدیث شریف کو حجت مانا ہے لیکن بعض لوگوں نے دانستہ طور پر یا نادانستہ آپ پر انکار حدیث کا الزام لگایا۔ لیکن جھوٹے الزامات وقت آنے پر اپنی موت آپ مرجاتے ہیں۔ اس معاملہ میں بھی ایسا ہی ہوا۔ حضرت موصوف نے کلام مجید کی تشریح و تدریس میں ہزار ہا بار احادیث نبوی پیش کی ہیں اور کرتے رہتے ہیں۔ خود آپ کا قول ہے کہ جتنا غور و خوض کر کے رسول برحق صاحب قرآن جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا قریب ہو جائے گا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہدایت کے راستے ہم پر پوری طرح اسی وقت کھلیں گے جب ہم تفسیر و تعلیم میں احادیث نبوی، سنت رسول اللہ اور صحابہ کرام سے حاصل شدہ تفصیلات ہی کے تحت رہیں گے۔

خواتین کا کام: بہنوں میں کام کرنے کے چند خاص حلقے ہیں۔ اس ضمن میں آپ کا یہ قول ہے کہ بہنوں میں بہنوں ہی کے ذریعے کام ہونا چاہیے۔ اس لئے کچھ خواتین اس سلسلہ میں جو کچھ کوشش کر رہی ہیں وہ نہیں کے برابر ہونے کے باوجود بھی خواتین میں اصلاح رسومات، تصحیح اعتقادات اور بدعات و خرافات کی بیخ کنی کے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔ پھر مجلس تعلیم قرآن مجلسوں سے زیادہ گھروں میں تعلیم کا ذریعہ اس طرح خواتین کی تعلیم بھی آپ ہی آپ ہوتی رہتی ہے۔ بہر حال بہنوں کا چھوٹا گروہ سرگرم ہے یہ اللہ کا شکر ہے۔

غیر مسلم دوستوں میں دعوت: اس ملک میں عموماً اور ہمارے علاقہ خصوصاً غیر مسلم دوستوں میں قرآن کا تعارف نہیں کے برابر ہے لہٰذا ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ کتاب اللہ کا تعارف عوام الناس کرائیں۔ اس فرض کی ادائیگی کے پیش نظر حاجی صاحب اس سلسلہ میں بھی کام کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم پر غیر مسلم بھائیوں کا بھی حق ہے کہ ہم ان کے رب کی طرف سے ان کے نام آئے ہوئے پیغام سے ان کو روشناس کرائیں۔

اسی کے پیش نظر آپ نے ہندو، سکھ، جین، بودھ اور سناتن دھرم کے بھائیوں کو چند اصولوں کے تحت جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ وہ زریں اصول یہ ہیں:۔

(۱)۔ تمام مذاہب کے بزرگوں کا احترام کیا جائے (ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ کے تحت)

(۲) سب مل جل کر آسمانی کتابوں کی تلاش کریں۔

(۳) اپنے مذہب کو مانتے ہوئے دیگر مذاہب کی معلومات حاصل کی جائیں۔

(۴) خدا کے ناموں میں جھگڑے نہ کئے جائیں۔

(۵) فاصلے گھٹائے جائیں، دیواریں چھوٹی کی جائیں۔

(۶) جن معاملات میں اتفاق ہو ان میں تعاون کیا جائے۔

(۷) مذہب جوڑنے والی طاقت ہے اسے توڑنے میں استعمال نہ کیا جائے۔

(۸) خدا کو ماننے والے تمام مذاہب کے عالم مل جل کر اجتماع کریں اور مشترک مسائل کے مشترک حل تلاش کریں۔

(۹) تقابل نہ کرتے ہوئے اپنی بات پوری طرح وضاحت سے پیش کی جائے۔

(۱۰) الحاد، بے دینی، خدا کا انکار، بداخلاقی، انارکی، بے حیائی، عریانی، فضول خرچی، مسرفانہ رسومات کے مقابل توحید، خدا پرستی، انسانیت، حق اور انصاف کے عَلَم کو بلند کیا جائے۔

ان اصولوں کے تحت کتاب اللہ کی تعلیم کے مطابق جناب الحاج عبدالکریم پاریکھ نے داعیانہ انداز پر اپنا ایک وسیع حلقۂ احباب بنایا ہے۔ جس میں تمام مذاہب کے انصاف پسند اور حق پرست افراد آپ کے ساتھ ہیں۔

بہت سے لوگوں کے سمجھ میں نہ آنے کے باوجود یہ امر واقعہ ہے کہ کوئی پارٹی یا جماعت بنائے بغیر اتنا بڑا کام کیونکر انجام پذیر ہوا مگر یہ ایک حقیقت ہے۔ حالانکہ یہ کوئی تنظیم نہیں بلکہ مخلصانہ کام کرنے والوں کے لئے جہاں ایک نئی راہ ہے وہاں جماعت بندی اور پارٹی بازی سے بچ کر کام کرنے کا ایک نیا منفرد اور کامیاب تجربہ ہے۔

حضرات! علالت کے باوجود مرشد محترم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی تشریف آوری جنہیں ہم اور ہمارے داعی اپنا مرشد محترم مانتے ہیں، ہمارے لئے دلی مسرت کا باعث ہے اور ایک طرح سے ہم تو آپ کی آمد کو اپنی دینی و تعلیمی کامیابی کے لئے بشارت اور نیک فال سمجھتے ہیں۔

اچانک حضرت کی تشریف آوری اور وقت کی کمی کے باعث ہم علاقہ ودربھ کے دیگر مقامات و دوسرے صوبہ جات کے لوگوں کو دعوت نہ دے سکے اور صرف مقامی طور پر یہ تعلیمی اجلاس بلاسکے ورنہ ہم تو برابر کوشاں ہیں کہ پورے ملک بلکہ بیرون ملک کے ان تمام احباب کو جو مجلس تعلیم القرآن کے طرز پر کام کرنے والے ہیں جلد کسی جگہ جمع کرکے کوئی اجلاس بلائیں۔

وما توفیقی الا باللہ۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی
نئی تصانیف

جب ایمان کی بہار آئی: رائے بریلی کی تربیت گاہ سے بالاکوٹ کی شہادت گاہ تک ایمان و یقین، اسلامی اخلاق اور جہاد و قربانی کی روح پرور داستان۔ شروع میں سید احمد شہید کی سیرت کا مختصر خلاصہ۔ اس کے بعد منتخب اور اثر انگیز واقعات۔ اعلیٰ کتابت و طباعت دیدہ زیب سرورق
قیمت: آٹھ روپے

پرانے چراغ: ملی زندگی کے مختلف شعبوں کے چند مشاہیر اور ارباب علم و دانش کے حالات و سوانح اور کارناموں کا ایک دلآویز و دلکش قلمی مرقع جس کو پڑھ کر روح میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔
قیمت: سولہ روپے

تعدد ازدواج: اس اہم مسئلہ پر ایک عرب فاضل شیخ عبدالعزیز العمانی کی بحث قرآن حکیم اور عقل سلیم کی روشنی میں۔
قیمت صرف ایک روپیہ ۲۵ پیسے۔ انگریزی دو روپے

ذکر خیر: مولانا ندوی کی والدہ ماجدہ کے مؤثر حالات زندگی جو سب کے لئے یکساں قیمتی و سبق آموز ہیں۔
قیمت صرف تین روپے

مکتبۂ فردوس مکارم نگر (برولیا) لکھنؤ ۳

خوش خبری

اُردو زبان میں ہومیو پیتھک علاج پر اپنی طرز کی واحد کتاب
آئینہ ہومیو پیتھی

مصنفہ عالیجناب ڈاکٹر مرزا محمد امین صاحب شائع ہوگئی جس میں سر سے لیکر پاؤں تک تمام امراض کی تشخیص، اسباب، پرہیز اور مکمل علاج دیا گیا ہے۔ اس قدر عام فہم اور آسان کتاب اس موضوع پر آج تک شائع نہیں ہوئی۔ کتاب ہذا کو پڑھ کر ایک معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی اپنا اور اپنے خاندان والوں کا علاج نہایت آسانی سے کر سکتا ہے۔ ہومیو پیتھک ڈاکٹروں کے لئے یہ کتاب نعمت غیر مترقبہ ہے۔ آج ہی خریدیں ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔

صفحات تقریباً ۵۰۰ — قیمت مجلد مع ڈسٹ کور بیس روپیہ Rs. 20/-
محصول ڈاک علیحدہ

خورشید بکڈپو، تعلیمی ہاؤس، اصل گنج، امین آباد، لکھنؤ

دور حاضر کی بہترین گھریلو دوا
نورانی تیل

ہر قسم کے جسم کے درد، چوٹ، زخم، جلے کٹے کی بہترین دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، سونا تھ بھنجن (یوپی)